تاریخی انتباہ

از حضرت مصلح موعودؓ

تاریخی انتباہ

از

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
المصلح الموعود، خلیفۃ المسیح الثانی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شائع کردہ

شعبۂ اصلاح وارشاد

جماعتِ احمدیہ - لاہور

طبع دوم .... دسمبر ۱۹۷۵ء

تعداد .... پانچ ہزار

طابع .... ملک عبداللطیف شکوہی
سیکرٹری اصلاح وارشاد

مطبع ....

قیمت .... ایک روپیہ۔

*

شائع کردہ:

شعبۂ اصلاح وارشاد

جماعت احمدیہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

دسمبر ۱۹۱۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک ایسی تقریر فرمائی جو اس لائق ہے کہ جماعت احمدیہ کے نوجوان نسلاً بعد نسلٍ اس کا مطالعہ کرتے رہیں۔ اُس وقت حضورؓ کی عمر تقریباً ۲۶ برس تھی اور مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے بمشکل ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرا تھا۔ آپ کی خداداد فراست اور دُوربین نگاہ نے بعض ایسے خطرات کو بھانپ لیا تھا جو مختلف فتنوں کی صورت میں جماعت کو پیش آسکتے تھے۔ آپ کی نظر ایک طرف تیرہ سو سال قبل خلافت راشدہ کے حالات پر تھی تو دوسری طرف ان حالات سے گہرا سبق حاصل کرتے ہوئے احمدیت کے مستقبل کے بارہ میں آنے والی نسلوں کو خبردار کر رہے تھے۔

۱۹۱۵ء میں آپ کا یہ تجزیہ کہ خلافتِ ثانیہ کے وقت صحابہ بہت کم رہ جائیں گے۔ تربیت یافتہ تابعین میں خاصی کمی واقع ہو چکی ہوگی، اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو اپنی خلافت کے طویل دَور کا علم ہو چکا تھا۔ اگرچہ یہ قیمتی نصائح حاضرینِ جلسہ کو مخاطب کر کے فرمائی گئیں اور جیسا کہ اس تقریر میں اشارہ ملتا ہے آپ کی مخاطب اسی شدت کے ساتھ بلکہ اس سے بڑھ کر آنے والی نوجوان نسلیں تھیں جنہوں نے خلافتِ ثالثہ کا زمانہ پانا تھا۔

یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ شعبہ اصلاح وارشاد جماعتِ احمدیہ لاہور نے اس تقریر کو جلسہ سالانہ کے موقع پر شائع کرنے کا نیک اقدام کیا ہے۔ یقیناً یہ تقریر اس لائق ہے کہ آج ہی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً شائع کی جاتی رہے تاکہ ہمارے نوجوان احمدیت کو پیش آمدہ فتنوں سے ہر قوت کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے پوری طرح تیار رہیں۔ آخر پر مَیں احمدی نوجوانوں کو اس عہد کی یاد دہانی کر وا کر اس تمہید کو ختم کرتا ہوں:

"... خلافتِ احمدیہ کو قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے
تیار رہوں گا اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے
اس کی پابندی کرنا ضروری سمجھوں گا۔"

"معروف فیصلہ" کے الفاظ نوجوانوں کی خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ یہ وہ مدار ہے

جس کو منافقین ہمیشہ فتنوں کے چور دروازے کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور یہ تاثر دیا کرتے ہیں کہ گویا معروف کی شرط سے ہر احمدی از خود اس فیصلہ کا مجاز ہو جاتا ہے کہ خلیفۃ المسیح کے جس ارشاد کو مناسب سمجھے اسے قبول کرے اور جسے اپنی دانست میں غیر معروف قرار دے، اس کا انکار کر دے۔ یہی فتنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی کی زندگی میں بھی برپا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ حضور رضی نے جس شدت، جبروت اور قوت کے ساتھ ان منافقین کا منہ بند کیا اس کی کیفیت کا صحیح اندازہ آپ کے اِن الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔

"ایک اور غلطی ہے وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں کہتے ان میں اطاعت نہیں کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے بھی آیا ہے۔ ساتھ ہی آیت وَلَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ .... (یعنی بیعت کرنے والی عورتیں تیری نافرمانی نہیں کریں گی ناقل) اب کیا ان لوگوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے؟ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائطِ بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے، اس میں ایک بِتر ہے۔ مَیں تم میں سے کسی پر ہرگز بدظن نہیں۔ میں نے اس لئے اِن باتوں کو کھولا ہے تا تم میں سے کسی کو اندر ہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے ... میں ایسے لوگوں کو جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھیں، پھر سمجھ جائیں پھر سمجھ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ اُن کی ٹھوکر کا باعث بنوں۔ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں تباغض و تحاسد کا رنگ چھوڑ دو۔ کوئی امر امن یا خوف کا پیش آجاوے عوام کو نہ سناؤ ہاں جب کوئی امر طے ہو جاتے تو پھر بے شک اشاعت کرو۔

اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ باتیں تمہیں ماننی پڑیں گی طوعاً و کرہاً اور آخر کہنا پڑے گا اتینا طائعین۔ جو کچھ

میں کہتا ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں راہِ ہدایت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر کرے“

(”بدر“ جلد ۸ نمبر ۵۲۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۲۹۰-۲۹۱)

والسلام

خاکسار مرزا طاہر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی

جو ۲۸ دسمبر ۱۹۱۵ء کو سالانہ جلسہ کے موقع پر ہوئی

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

میں نے آپ لوگوں کے سامنے جو یہاں تشریف لائے ہیں۔ بعض باتیں بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ میں نے نوٹ کر لئے تھے کہ فلاں فلاں بات کہوں گا۔ اور میرا منشا تھا کہ جس طرح پچھلے جلسہ پر یہ انتظام کیا گیا تھا کہ کچھ امور ایسے بیان کئے جائیں جو جماعت کی اصلاح کے متعلق ہوں۔ اور کچھ ایسے جو روحانیت سے تعلق رکھتے ہوں۔ چنانچہ گزشتہ جلسہ پر میں نے

بتایا تھا کہ انسان کی رُوحانی ترقی کے سات درجے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ ان کے حُصول کے کیا ذرائع ہیں۔ اس دفعہ بھی میرا ارادہ تھا کہ ایک دن تو دوسری ضروری باتیں بیان کروں اور دوسرے دن ذکرِ الٰہی اور عبادتِ الٰہی پر کچھ کہوں + لیکن کہتے ہیں تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ + یہ کسی نے تو اپنے رنگ میں کہا ہوگا۔ مگر میں جو کل اپنے ارادہ کو پُورا نہیں کرسکا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی خدا تعالےٰ کا منشا ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سلسلوں کے کام اُسکی منشا اور ارادہ کے ماتحت ہوتے ہیں کل جو میں تقریر کرنے لگا تو گو بہت اختصار سے کام لیا۔ اور بہت حصہ مضمون کا کاٹ کر بیان کیا۔ مگر مغرب تک پھر بھی نہ بیان کرسکا۔ اور ایک حصہ رہ ہی گیا۔ جو میرے خیال میں بہت ضروری ہے اور آج وقت بھی مل گیا ہے اس لئے اسی حصّہ کو بیان کرتا ہوں +

وہ دوسرا حصہ جس کو میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق میں نے ایک مختصر سی سورۃ پڑھی ہے جو گو عبارت کے لحاظ سے بہت مختصر ہے لیکن مضامین کے لحاظ سے بہت وسیع باتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور حکمت اور معرفت کے بڑے بڑے دریا اس کے اندر بہ رہے ہیں۔ نیز اس سورۃ میں خدا تعالےٰ نے مُسلمانوں کو وہ بات تبلیغ کی ہے کہ اگر وہ اس پر غور و فکر اور عمل درآمد کرتے تو ان پر وہ ہلاکت اور تباہی کبھی نہ آتی۔ جو آج آئی ہوئی ہے۔ اور نہ مسلمان پراگندہ ہوتے۔ نہ اُن کی حکومتیں جاتیں۔ نہ اسقدر کشت و خون کی نوبت پہنچتی۔ اور نہ ان میں تفرقہ پڑتا۔ اور اگر پڑتا تو اتنا جلدی اور اس عمدگی سے زائل ہو جاتا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا لیکن افسوس کہ ان میں وہ تفرقہ پڑا۔ جو باوجود گھٹانے کے بڑھا اور باوجود دبانے کے اُٹھا۔ اور باوجود مٹانے کے اُبھرا۔ اور آخر اس حد تک پُہنچ گیا کہ آج مسلمانوں میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فرقے موجود ہیں۔ کیونکہ وہ بند جس نے مسلمانوں کو باندھا ہوا تھا کاٹا گیا۔ اور اس کے جوڑنے والا کوئی پیدا نہ ہوا۔ بلکہ دن بدن وہ زیادہ سے زیادہ ہی ٹوٹتا گیا۔ حتّٰی کہ تیرہ سو سال کے دراز عرصہ میں جب بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنے پاس سے ایک شخص کو اس لئے بھیجا۔ کہ وہ آکر اس کو جوڑے۔ اس فرستادۂ خدا سے پہلے کے تمام مولویوں

گدی نشینوں اور بزرگوں اولیاؤں نے بڑی بڑی کوششیں کیں مگر اکارت گئیں۔ اور اسلام ایک نقطہ پر نہ آیا۔ پر نہ آیا۔ اور کس طرح آسکتا تھا۔ جبکہ اس طریق سے نہ لایا جاتا۔ جو خدا تعالےٰ نے مقرر کیا تھا یعنے کسی مامور من اللہ کے ذریعے۔ غرض اس سورۃ میں خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک آنیوالے فتنہ پر آگاہ فرمایا ہے اور اس سے بچنے کا علاج بھی بتایا ہے۔ اس سورۃ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تاکید کی گئی ہے کہ آپ استغفار کریں۔ چونکہ استغفار کے معنی عام طور پر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص جو دُنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آیا تھا۔ گمراہ اور بے دین لوگوں کو باخدا بنانے آیا تھا۔ گناہوں اور بدیوں میں گرفتار شدہ انسانوں کو پاک وصاف کرنے آیا تھا۔ اور جس کا درجہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ سب لوگوں کو کہدے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تم خدا تعالےٰ کے محبوب اور پیارے بن جاؤ گے۔ پھر وہ جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ اس رسول میں تمہارے لئے پورا پورا نمونہ ہے۔ اگر تم خدا کے حضور مقبول بننا چاہتے ہو۔ اگر تم خدا سے تعلق پیدا کرنا پسند کرتے ہو تو اس کا آسان طریق یہ ہے کہ اس رسول کے اقوال۔ افعال۔ اور حرکات وسکنات کی پیروی کرو۔ کیا اس قسم کا انسان تھا کہ وہ بھی گناہ کرتا تھا اور اسے بھی استغفار کرنے کی ضرورت تھی۔ جس رسول کی یہ شان ہو کہ اس کا ہر ایک قول اور فعل خدا کا پسندیدہ ہو۔ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کی نسبت یہ کہا جائے کہ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ اگر وہ بھی گنہگار ہو سکتا ہے تو خدا تعالےٰ نے اس کی اتباع کی دوسروں کو کیوں ہدایت فرمائی ہے +

ہم اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ ہر ایک قسم کی بدی اور گناہ سے پاک تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے لوگو۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے۔ اور میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے کہ تم اس رسول کی اتباع کرو ورنہ ممکن نہیں کہ تم میرے قرب کی کوئی راہ پاسکو۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف

کسی گناہ کا منسوب کرنا تعلیمِ قرآن کے بالکل خلاف ہے مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ پھر آپ کے متعلق یہ کیوں آیا ہے کہ تو استغفار کر۔ استغفار کر۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ انہی الفاظ کو مدنظر رکھ کر عیسائی صاحبان بھی مسلمانوں پر ہمیشہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا رسول گنہگار تھا۔ کیونکہ قرآن اس کو حکم دیتا ہے کہ تو استغفار کر۔ لیکن ہمارے مسیح کی نسبت قرآن میں یہ کہیں نہیں آیا۔ پس معلوم ہُوا کہ تمہارا رسول گناہ کرتا تھا۔ اور بعض جگہ تو تمہارے رسول کی نسبت ذنب کا لفظ بھی آیا ہے تو معلوم ہُوا کہ تمہارا رسول گنہگار تھا۔ اور ہمارا مسیح گناہوں سے پاک۔ اِس سے ثابت ہو گیا کہ مسیح کا درجہ اس سے بہت بلند ہے۔ اِس اعتراض کے جواب میں مسلمانوں کو بڑی دقت پیش آئی ہے اور گو انھوں نے جواب دینے کی بڑی کوشش کی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے اس کا جواب دینے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ہزارہا مسلمانوں کی اولاد عیسائی ہو گئی۔ اور تو اور سیدوں کی اولادوں نے بھی بپتسمہ لینا پسند کر لیا۔ اور وہ اب سٹیجوں پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلعم کو گالیاں دیتے ہیں۔ غرض ان الفاظ کی وجہ سے نادانوں نے دھوکہ کھایا۔ اور بجائے اس کے کہ عیسائیوں کو جواب دیتے خود عیسائی بن گئے۔ قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان معنوں کے لحاظ سے استعمال نہیں کیا گیا۔ جن معنوں میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ کے متعلق اور معنوں میں استعمال ہُوا ہے اور یہ بات اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ذنب کا لفظ قرآن شریف میں تین جگہ آیا ہے۔ اوّل سورۂ مومن میں جہاں خدا تعالےٰ فرماتا ہے فاصبر ان وعد اللہ حقّ واستغفر لذنبک۔ وسبح بحمد ربّک بالعشی والابکار (۴۰-۵۷) دوم سورہ محمدؐ میں یُوں آیا ہے۔ فاعلم انّہٗ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمؤمنٰت واللہ یعلم متقلبکُمْ ومثوٰکم۔ ۴۷-۲۱ سوم سورہ فتح میں آیا ہے۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدّم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہٗ علیک

ویھدیک صراطاً مستقیماً۔ اسی طرح بعض جگہ پر استغفار کا لفظ آپ کی نسبت استعمال ہوا ہے جیسا کہ اسی سورۃ میں جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے۔ ان سب جگہوں پر اگر ہم غور کریں تو ایک ایسی عجیب بات معلوم ہوتی ہے جو سارے اعتراضوں کو حل کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ ان سب جگہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ہلاک ہونے اور آپ کی فتح کا ذکر ہے۔ پس اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی فتح اور آپ کے دشمنوں کی مغلوبیت کے ساتھ گناہ کا کیا تعلق ہے۔ اور یہی بات ہے جس کے بیان کرنے کے لئے مَیں نے یہ سورۃ پڑھی ہے اور جس سے ہمیں اقوام کے تنزل و ترقی کے قواعد کا علم ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے ان آیات کے یہ معنی کئے ہیں کہ خدا تعالےٰ آپ کو یہ فرماتا ہے کہ اب تمہاری فتح ہوگئی اور تمہارے دشمن مغلوب ہوگئے۔ اس لئے تمہارے دُنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پس تُو توبہ اور استغفار کر۔ کیونکہ تیری موت کے دن قریب آگئے ہیں اور گو یہ استدلال درست ہے لیکن ان معنوں پر بھی وہ اعتراض قائم رہتا ہے۔ کہ آپ نے کوئی گناہ کئے ہی ہیں۔ اسی لئے توبہ کا حکم ہوتا ہے +

مَیں نے جب ان آیات پر غور کی۔ تو خدا تعالےٰ نے مجھے ایک عجیب بات سمجھائی۔ اور وہ یہ کہ جب کسی کو فتح حاصل ہوتی ہے اور مفتوح قوم کے ساتھ فاتح قوم کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ تو ان میں جو بدیاں اور بُرائیاں ہوتی ہیں وہ فاتح قوم میں بھی آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فاتح قوم جن ملکوں سے گذرتی ہے ان کے عیش و عشرت کے جذبات اپنے اندر لیتی جاتی ہے۔ اور چونکہ عظیم الشان فتوحات کے بعد اسقدر آبادی کے ساتھ فاتح قوم کا تعلق ہوتا ہے جو فاتح سے بھی تعداد میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو فوراً تعلیم دینا اور اپنی سطح پر لانا مشکل ہوتا ہے اور جب فاتح قوم کے افراد مفتوح قوم میں ملتے ہیں تو بجائے اس کو نفع پہنچانیکے خود اس کے بد اثرات سے متاثر ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ نہایت خطرناک ہوتا ہے جب اسلام کی فتوحات کا زمانہ آیا۔ تو اسلام کے لئے بھی وہی مشکل درپیش تھی گو اسلام ایک نبی کے ماتحت ترقی کر رہا تھا

لیکن نبی باوجود نبی ہونے کے پھر انسان ہی ہوتا ہے۔ اور انسان کے تمام کام خواہ کیسے ہی وسیع ہوں محدود ہی ہوتے ہیں۔ ایک اُستاد خواہ کتنا ہی لائق ہو اور ایک وقت میں تیس چالیس نہیں بلکہ سو سو اسو لڑکوں تک کو بھی پڑھا سکتا ہو۔ لیکن اگر اس کے پاس ہزار در ہزار لڑکے لے آئیں تو نہیں پڑھا سکے گا۔ رسول بھی اُستاد ہی ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم کہ اس رسول کا یہ کام ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کی آئتیں لوگوں کو سُنائے۔ کتاب کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔ غرض نبی ایک اُستاد ہوتا ہے۔ اس کا کام تعلیم دینا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تھوڑے لوگوں کو ہی دے سکتا ہے کیونکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو سبق دینا اور پھر یاد بھی کروا دینا کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا پس جب کسی کے سامنے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی جماعت سبق لینے کے لئے کھڑی ہو۔ تو ضرور ہوگا کہ اس کی تعلیم میں نقص رہ جائے اور پوری پوری طرح علم نہ حاصل کر سکے یا یہ ہوگا۔ کہ بعض تو پڑھ جائینگے۔ اور بعض کی تعلیم ناقص رہ جائے گی اور بعض بالکل جاہل کے جاہل ہی رہ جائینگے اور کچھ تعلیم نہ حاصل کر سکینگے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب فتوحات پر فتوحات ہونی شروع ہوئیں اور بے شمار لوگ آپ کے پاس آنے لگے تو انؐ کے دل میں جو بڑا ہی پاک دل تھا یہ گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ ان تھوڑے سے لوگوں کو تو میں اچھی طرح تعلیم دے لیتا۔ قرآن سکھا سکتا تھا (چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بڑی پابندی سے صحابہ کو قرآن سکھاتے تھے) لیکن یہ جو لاکھوں انسان اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ان کو میں کس طرح تعلیم دونگا۔ اور مجھ میں جو بوجہ بشریت کے یہ کمزوری ہے کہ اتنے کثیر لوگوں کو تعلیم نہیں دے سکتا اس کا کیا علاج ہوگا۔ اس کا جواب خدا تعالےٰ نے یہ دیا کہ اس میں شک نہیں کہ جب فتح ہوگی۔ اور نئے نئے لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہونگے تو ان میں بہت سی کمزوریاں ہونگی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ سب کے سب تجھ سے تعلیم نہیں پا سکتے۔ مگر ان کو تعلیم دلانے کا یہ علاج ہے کہ تو خدا سے دُعا مانگے۔ کہ اے خدا مجھ میں

بشریت کے لحاظ سے یہ کمزوری ہے کہ اتنے لوگوں کو تعلیم نہیں دے سکتا تو میری اِس کمزوری کو ڈھانپ دے۔ اور وہ اس طرح کہ ان سب لوگوں کو خود ہی تعلیم دیدے اور خود ہی ان کو پاک کر دے۔ پس یہی وہ بات ہے جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے کا ارشاد ہؤا ہے۔ ذنب کے معنے ایک زائد چیز کے ہیں اور غفر ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ اس سے خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سکھائی ہے کہ تم یہ کہو کہ میں اسقدر لوگوں کو کچھ نہیں سکھا سکتا۔ پس آپ ہی ان کو سکھائیے اور میری اس انسانی کمزوری کو ڈھانپ دیجئے۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابتدائی زمانہ میں ایک ایک سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لیتے تھے۔ پھر ترقی ہوئی۔ تو لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے لگے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں تو پگڑیاں پھیلا کر بیعت ہوتی تھی۔ اور اب بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ تو ایک آدمی ہر طرف نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی مسلمان یمن میں تھا۔ کوئی شام میں۔ کوئی عراق میں تھا کوئی بحرین میں۔ اور کوئی نجد میں تھا۔ اس لئے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے پاس پہنچ سکتے تھے۔ اور نہ وہ آپ تک آسکتے تھے۔ جب حالت یہ تھی تو ضرور تھا کہ آپ کی تعلیم میں نقص رہ جاتا۔ لیکن آپ کا دل کبھی یہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے آپ کو حکم ہؤا کہ خدا سے دُعا کرو۔ کہ اے خدا اب یہ کام میرے بس کا نہیں۔ اس لئے تو ہی اسے پورا کر۔ کیونکہ شاگرد بہت ہیں اور میں اکیلا مدرس ہوں۔ مجھ سے ان کی تعلیم کا پورا ہونا مشکل ہے آجکل تو سکولوں میں یہ قاعدہ ہو گیا ہے کہ ایک اُستاد کے پاس چالیس یا پچاس سے زیادہ لڑکے نہوں اور اس سے زیادہ لڑکوں کو جماعت میں داخل نہ کیا جائے۔ اور اگر کیا جائے تو ایک اور اُستاد رکھا جائے۔ کیونکہ افسرانِ تعلیم جانتے ہیں کہ اگر ایک جماعت میں بہت زیادہ لڑکے ہوں۔ اور ایک اکیلا اُستاد پڑھانے والا ہو تو لڑکوں کی تعلیم ناقص رہ جاتی ہے۔ چنانچہ جن سکولوں میں بہت سے لڑکے ہوتے ہیں۔ اور ایک اُستاد۔ وہاں کے لڑکوں کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہوتی ہے۔ کیونکہ زیادہ لڑکوں کی

وجہ سے اُستاد ہر ایک کی طرف پوری پوری توجہ نہیں کر سکتا۔ تو چونکہ فتح کے وقت لاکھوں انسان مسلمان ہو کر اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ دامنگیر ہُوا۔ کہ مسلمان تعلیم میں ناقص نہ رہ جائیں۔ خدا تعالےٰ نے آپکو اسکے متعلق یہ گُر بتا دیا کہ خدا کے آگے گر جاؤ۔ اور اسی کو کہو کہ آپ ہی اس کام کو سنبھالیں۔ میری طاقت سے تو اس کا سنبھالنا باہر ہے ÷

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استغفار کا لفظ اسی لئے استعمال کیا گیا ہے کہ آپ کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے کہ اسلام میں کثرت سے داخل ہونے والے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ خدا تعالےٰ سے دُعا کریں اور التجا کریں۔ کہ اب لوگوں کے کثرت سے آنے سے جو بد نتائج نکلیں گے ان سے آپ ہی بچائیے۔ اور ان کو خود ہی دُور کر دیجئے اور آپ کا لاکھوں انسانوں کو ایک ہی وقت میں پوری تعلیم نہ دے سکنا کوئی گناہ نہیں بلکہ بشریت کا تقاضی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ذنب کا لفظ تو استعمال ہُوا ہے۔ لیکن جناح کا لفظ کبھی استعمال نہیں ہُوا گناہ اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور قوت کے باوجود اس کے حکم کی فرمانبرداری نہ کی جائے۔ اور وہ بات جس کی خدا تعالیٰ کی طرف سے طاقت ہی نہ دی جائے۔ اس کا نہ کر سکنا گناہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بشری کمزوری کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ تو یہ اس کا گناہ نہیں بلکہ ایک کمزوری ہے۔ جو بشریت کی وجہ سے اسے لاحق ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گناہ نہ تھا کہ آپ اس قدر زیادہ لوگوں کو پڑھا نہ سکتے تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے ہی آپ کو ایسا بنایا تھا۔ اور آپ کے ساتھ یہ ایسی بات لگی ہوئی تھی۔ جو آپ کی طاقت سے بالا تھی۔ اس لئے آپ کو بتایا گیا کہ آپ خدا تعالےٰ کے حضور کثرت طلبا کی وجہ سے جو نقص تعلیم میں ہوتا تھا اس کے دُور کرنے کے لئے دُعا کریں ÷

پس ان تمام آیات سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کا اظہار نہیں ہے۔ بلکہ ایک بشری کمزوری کے بد نتائج سے بچنے کی آپ کو راہ بتائی گئی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ کے وقت کثرت سے لوگ ایمان لے آئے مگر ابتلاؤں اور فتنوں کے وقت ان کا ایمان خراب نہ ہُوا۔ اور وہ اس نعمت سے محروم نہ ہوئے۔ چنانچہ آنحضرتؐ

کے زمانہ میں جو لوگ ایمان لائے تھے۔ آپ کے بعد گو ان میں سے بھی کچھ مرتد ہو گئے۔ مگر جھٹ پٹ ہی واپس آ گئے اور ان فتنہ فسادوں میں شامل نہ ہوئے جو اسلام کو تباہ کرنے کے لئے شریروں اور مفسدوں نے برپا کئے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو عظیم الشان فساد ہوا اس میں عراق۔ مصر۔ کوفہ اور بصرہ کے لوگ تو شامل ہو گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایمان لائے تھے۔ لیکن یمن۔ حجاز اور نجد کے لوگ شامل نہ ہوئے۔ یہ وہ ملک تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فتح ہوئے تھے۔ جانتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ خفیہ منصوبے جو مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہوئے۔ ان میں وہ ممالک تو شامل ہو گئے جو آپ کی وفات کے بعد فتح ہوئے۔ مگر وہ ملک شامل نہ ہوئے۔ جو آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے۔ اس کی یہی وجہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ خداتعالےٰ نے ان ملکوں کے لوگوں کی جو آپ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے برائیاں اور بدیاں دور کر دی تھیں۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کا زور اور طاقت تھی۔ کہ شام کے لوگ اس فتنہ میں شامل نہ ہوئے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کرامت تھی کہ وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں اٹھے تھے۔ کیونکہ گو یہ ملک آپ کے زمانہ میں فتح نہ ہوا لیکن آپ نے اس پر بھی چڑھائی کی تھی۔ جس کا ذکر قرآن شریف کی سورہ توبہ میں ان تین صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے جو اس سفر میں شامل نہ ہوئے تھے آیا ہے۔ پس شام کا اس فتنہ میں شامل نہ ہونا امیر معاویہؓ کی دانائی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ وہاں اسلام کا بیج رسول کریم صلعم کے وقت میں بویا گیا۔ اور اس سرزمین میں آپ نے اپنا قدم مبارک ڈالا تھا پس خداتعالےٰ نے آپ کی دعاؤں میں اس ملک کو بھی شامل کر لیا۔ اس اتنے بڑے فتنہ میں اس قدر صحابہ میں سے صرف تین صحابہ کے شامل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ اور ان کی نسبت بھی ثابت ہے کہ صرف غلط فہمیوں کی وجہ سے شامل ہو گئے تھے۔ اور بعد میں توبہ کر لی تھی۔ تو یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی خصوصیت ہے۔ جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے جہاں آپ کی فتح کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی استغفار کا حکم بھی آیا ہے۔ جو آپ کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے تھا۔ کہ دیکھنا ہم آپ کو بہت بڑی فتح اور عزت دینی چاہتے ہیں۔ اور بے شمار لوگوں کو آپ کے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ پس یاد رکھو۔ کہ جب تمہارے بہت سے شاگرد ہو جائیں۔ تو تم خدا کے حضور گر جانا اور

کہنا کہ الٰہی اب کام انسانی طاقت سے بڑھتا جاتا ہے آپ خود ہی ان نو واردوں کی اصلاح کر دیجئے ہم آپ کی دُعا قبول کرینگے اور ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔ اور ان کی کمزوریوں اور بدیوں کو دُور کر کے ان کو پاک کر دیا جائے گا۔ لیکن ان سب باتوں کو ملانے سے جہاں ایک طرف یہ اعتراض مٹ جاتا ہے۔ کہ آپ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ وہاں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس وقت ایک قوم ترقی کرتی اور کثرت سے پھیلتی ہے۔ وہی زمانہ اس کے تنزل اور انحطاط کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے فتح کے ساتھ ہی استغفار کا ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ کسی قوم کے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جو وقت ہوتا ہے۔ وہی وقت اس کے تنزل کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے۔ اور جب کوئی قوم بڑھ جاتی ہے۔ اسی وقت اس میں فساد اور فتنے بھی شروع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ قوم میں ایسے لوگ آجاتے ہیں۔ جو نبی کی خدمت اور صحبت میں نہیں رہے ہوتے۔ اچھی طرح بد آلائشوں سے پاک وصاف نہیں ہوتے۔ اور جنھیں وہ مشکلات پیش نہیں آئی ہوتیں۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کو پاک کرنے کے لئے مقرر فرمائی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ فتنہ وفساد پیدا کرتے ہیں اور قوم کو تباہی کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں +

آپ لوگ اس مضمون کو غور سے سُنیں۔ اس کا کچھ حصہ علمی اور تاریخی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض کو مشکل معلوم ہو۔ لیکن یہ وہ بات ہے۔ اور میں کامل یقین سے کہتا ہوں۔ یہ وہ بات ہے جو خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں تو بیان فرمائی ہے لیکن آجتک کسی نے اسے قرآن شریف سے سیکھ کر بیان نہیں کیا۔ مجھے خدا تعالےٰ نے سکھائی ہے۔ اور اس بات کا موقع دیا ہے کہ آپ لوگوں کو سُناؤں۔ پس جو شخص اسے سُنے گا۔ اور پھر اس پر عمل کریگا وہ کامیاب اور بامُراد ہو جائے گا۔ اور جو نہیں سُنے گا اور عمل نہیں کرے گا۔ وہ یاد رکھے کہ ایسے ایسے فتنے آنے والے ہیں کہ جن کے ساتھ یہ فتنہ جو اس وقت برپا ہوا ہے کچھ مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ کیا یہ فتنہ تم کو یاد نہیں ہے۔ اور تم نے نہیں دیکھا کہ اس کے بانیوں نے کس قدر زور سے کہا۔ مگر انھیں کیا حاصل

ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔ آج یہ نظارہ دیکھ لو۔ اور لاہور جاکر بھی دیکھ لو۔ باوجود اس کے کہ بیعت کے وقت وہ زیادہ تھے۔ اور ہم تھوڑے لیکن خدا تعالےٰ نے ظاہر کر دیا ہے کہ ان کی کچھ بھی پیش نہیں گئی۔ پس یہ وہ فتنہ نہیں ہے جو جماعتوں کی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ وہ فتنہ ہوتا ہے جو سمندر کی لہروں کی طرح آتا۔ اور خس و خاشاک کی طرح قوموں کو بہا کر لے جاتا ہے +

پس اُس فتنہ سے خدا تعالےٰ کی رحمت اور فضل کے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا۔ ہم سے پہلے بہت سی جماعتوں نے اس کے تلخ تجربے کئے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ جو اُن کے تجربوں سے فائدہ اُٹھائے اور افسوس ہے اس پر جس نے پہلوں کے تجربہ سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ اور چاہا کہ خود تجربہ کرے۔ دیکھو سنکھیا ایک زہر ہے اور اس کو ہر ایک زہر جانتا ہے۔ کیوں۔ اس لئے کہ بہت سے لوگوں نے جب اس کو کھایا تو مر گئے۔ اس کے متعلق اب کوئی یہ نہیں کہتا۔ کہ میں اسے اس وقت تک زہر نہیں کہونگا۔ جب تک کہ خود تجربہ کر کے نہ دیکھ لوں۔ لیکن کیسا افسوس ہوگا اس شخص پر جو خود تجربتہً سنکھیا کھائے۔ کیونکہ اس کا انجام سوائے اس کے کچھ نہیں ہوگا۔ کہ مرے۔ تم لوگ بھی اس بات کا تجربہ کرنے کا خیال دل میں نہ لاؤ جس کا تجربہ تم سے پہلے لوگ کر چکے ہیں۔ کیونکہ ان تجربات کا نتیجہ ایسا خطرناک تھا کہ اگر جوان سُنے تو بوڑھا ہو جائے۔ اور اگر سیدھی کمر والا سُنے تو اس کی کمر ٹیڑھی ہو جائے۔ اور اگر کالے بالوں والا سُنے۔ تو اس کے بال سفید ہو جائیں وہ بہت تلخ اور کڑوے تجربے تھے۔ وہ از حد دل ہلا دینے والے واقعات تھے۔ وہ نہایت پاک روحوں کے شریروں اور بد باطنوں کے ہاتھ سے قتل کے نظارے تھے۔ وہ ایسے درد انگیز حالات تھے کہ جن کو سُنکر مومن کا دل کانپ جاتا ہے۔ اور وہ ایسے روح فرسا منظر تھے۔ کہ جن کو آنکھوں کے سامنے لانے سے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ انہی کی سزا میں مسلمانوں میں اس قدر فتنہ اور فساد پڑا۔ کہ جس نے انھیں تباہ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو آدمی قتل کرنے آئے تھے۔ ان کو آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو یاد رکھنا کہ مسلمان جو اس وقت اس طرح پیوستہ ہیں جیسے دو کنگھیوں کے دندانے ہوتے ہیں بالکل جُدا ہو جائینگے۔ اور ایسے جُدا ہونگے کہ قیامت تک اُنھیں کوئی نہ اکٹھا کر سکے گا +

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے بھی اس فتنہ کے بانیوں سے بیان کیا کہ اَے بنی اسرائیل

کی بعض کُتب میں دیکھا ہے کہ ایک نبی ہوگا اس کے بعد اس کے خلفاء ہونگے اس کے خلیفۂ
ثالث کے خلاف لوگ فساد کرینگے اگر وہ اس کے مارنے پر کامیاب ہو گئے تو اس کی سزا ان کو
یہ دی جائے گی کہ وہ ہمیشہ کے لئے پراگندہ کر دیئے جائینگے اور پھر کوئی تدبیر ان کو جمع نہ کر سکے گی۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ فتنہ اتنا پھیلا اتنا پھیلا کہ سوائے مسیح موعود علیہ السلام کے کوئی اس کو
روک نہ سکا۔ اور مسلمان جو ٹوٹ چکے تھے۔ انہیں کوئی نہ جوڑ سکا۔ پس تم لوگ یاد رکھو
کہ آنے والا فتنہ بہت خطرناک ہے۔ اس سے بچنے کے لئے بہت بہت
تیاری کرو۔ پہلوں سے یہ غلطیاں ہوئیں۔ کہ انھوں نے ایسے لوگوں کے
متعلق حسن ظنی سے کام لیا۔ جو بدظنیاں پھیلانے والے تھے۔ حالانکہ اسلام
اس کی حمایت کرتا ہے جس کی نسبت بدظنی پھیلائی جاتی ہے۔ اور اس کو
جھوٹا قرار دیتا ہے جو بدظنی پھیلاتا ہے۔ اور جب تک کہ باقاعدہ تحقیقات پر
کسی شخص پر کوئی الزام ثابت نہ ہو اس کا پھیلانے والا اور لوگوں کو سنانے
والا اسلام کے نزدیک نہایت خبیث اور منفتنی ہے۔

پس تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ تاکہ تم بھی اس قسم کی کسی غلطی کا شکار نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اب
تمہاری فتوحات کا زمانہ آرہا ہے۔ اور یاد رکھو کہ فتوحات کے زمانہ میں ہی تمام
فسادات کا بیج بویا جاتا ہے جو اپنی فتح کے وقت اپنی شکست کی نسبت
نہیں سوچتا اور اقبال کے وقت ادبار کا خیال نہیں کرتا۔ اور ترقی کے
وقت تنزل کے اسباب کو نہیں مٹاتا۔ اس کی ہلاکت یقینی اور اس کی
تباہی لازمی ہے۔ نبیوں کی جماعتیں بھی اس فساد سے خالی نہیں ہوئیں اور وہ بھی جب ترقی
کرتی ہیں اور ایسے لوگ ان میں داخل ہوتے ہیں جنھوں نے نبی کی صحبت نہیں پائی ہوتی اور ان
کا ایمان اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ جتنا ان لوگوں کا ہوتا ہے جو نبی کی صحبت میں رہے ہوتے
ہیں اور جن کی تربیت بوجہ اس کے کہ وہ جماعت درجماعت آکر داخل ہوئے ہوتے ہیں ناکمل
ہوتی ہے تو ان میں بھی فساد شروع ہو جاتا ہے جو آخر کار ان کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے
ان کے اتحاد کو توڑ دیتا ہے یا ان کی جڑ کو ایسا کھوکھلا کر دیتا ہے کہ آئندہ ان کی روحانی طاقتیں

ضائع ہو جاتی ہیں۔ ہماری جماعت کی ترقی کا زمانہ بھی خداتعالےٰ کے فضل سے بہت قریب آگیا ہے۔ اور وہ دن دُور نہیں۔ جبکہ افواج در افواج لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونگے۔ مختلف ملکوں سے جماعتوں کی جماعتیں داخل ہونگی۔ اور وہ زمانہ آتا ہے کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر احمدی ہونگے۔ اور ابھی سے مختلف اطراف سے خوشخبری کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور جس طرح خدا کی یہ سنت ہے کہ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے تاکہ غافل لوگ آگاہ ہو جائیں اور اپنے مال و اسباب کو سنبھال لیں۔ اسی طرح خداتعالےٰ نے ہماری ترقی کی ہوائیں چلادی ہیں۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ آپ لوگوں میں سے خدا کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت پائی ہے۔ آپ کے مُنہ سے باتیں سُنی ہیں۔ آپ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ آنے والوں کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا باعث ہوں۔ کیونکہ کوئی ایک شخص بہتوں کو نہیں سکھا سکتا۔ دیکھو اسی جلسہ پر خداتعالےٰ کے فضل سے اتنے لوگ آئے ہیں کہ ان سب تک مشکل سے میری آواز پہنچ سکتی ہے مگر جب لاکھوں اور کروڑوں انسان آئے۔ تو انھیں کون ایک شخص سُنا سکے گا۔ لیکن بتلاؤ اگر ایک ہی سنانے والا ہوا۔ تو یہ کیسا دردناک نظارہ ہوگا کہ کچھ لوگ تو سُن رہے ہونگے۔ اور کچھ لوگ پکوڑے کھا رہے ہونگے وہ سُنیں گے کیا اور یہاں سے لیکر جائینگے کیا۔ وہ اس اطاعت سے واقف نہ ہونگے جو انبیاء لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے ہونگے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تقریر فرما رہے تھے آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن مسعود ایک گلی میں چلے آرہے تھے۔ آپ کی آواز اُنھوں نے وہاں ہی سُنی اور وہیں بیٹھ گئے۔ کسی نے پوچھا۔ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ وہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریر ہو رہی ہے۔ وہاں کیوں نہیں جاتے۔ انھوں نے کہا۔ میرے کان میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ۔ پس میں یہیں بیٹھ گیا۔

پھر ان کے سامنے یہ نظارہ نہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تین شخص آئے۔ ایک کو آگے جگہ مل گئی۔ وہ وہاں جاکر بیٹھ گیا۔ دوسرے کو آگے جگہ نہ ملی وہ جہاں کھڑا

تھا وہیں بیٹھ گیا۔ تیسرے نے خیال کیا کہ یہاں آواز تو آتی نہیں پھر ٹھہرنے سے کیا فائدہ وہ واپس چلا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک نے تمہاری مجلس میں قرب حاصل کرنے کے لئے کوشش اور محنت کی اور آگے ہو کر بیٹھ گیا۔ خدا تعالےٰ نے بھی اسے قریب کیا۔ ایک اور آیا اس نے کہا اب مجلس میں آگیا ہوں اگر اچھی جگہ نہیں ملی تو نہ سہی۔ وہیں بیٹھ گیا۔ اور اس نے واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔ خدا نے بھی اس سے چشم پوشی کی۔ ایک اور آیا۔ اسے جگہ نہ ملی اور واپس پھر گیا۔ خدا تعالےٰ نے بھی اس سے مُنہ پھیر لیا +

اس قسم کی باتیں نبیوں کی ہی صحبت میں رہ کر حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن انھوں نے اس قسم کے نظارے نہ دیکھے ہونگے۔ پھر انھوں نے وہ محبت کی گھڑیاں نہ دیکھی ہونگی۔ جو آپ نے دیکھی ہیں انھوں نے اطاعت اور فرمانبرداری کے وہ مزے نہ اُٹھائے ہونگے۔ جو آپ نے اُٹھائے ہیں۔ انھیں حضرت مسیح موعود سے وہ پیار نہ ہوگا جو آپ لوگوں کو ہے۔ اُنھوں نے وہ نشانات نہ دیکھے ہونگے جو آپ لوگوں نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ رہ کر دیکھے ہیں۔ انھیں حضرت مسیح موعود کا وہ پیار اور محبت سے دیکھنا اور باتیں کرنا نصیب نہ ہوگا جو آپ لوگوں کو ہوا ہے۔ ان کے دلوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کا وہ جوش نہ ہوگا۔ جو آپ لوگوں کے دلوں میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے سینے خدا تعالےٰ خاص طور پر خود کھول دے۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام کے بعد بھی ایسے لوگ ہوئے ہیں جنھوں نے پہلوں کی طرح ایمان اور یقین حاصل کر لیا تھا اور ان جیسی ہی صفات بھی پیدا کر لی تھیں۔ مثلاً امام مالک۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل۔ امام ابو حنیفہ۔ شیخ عبد القادر جیلانی۔ شہاب الدین سہروردی۔ معین الدین چشتی وغیرہم۔ ان لوگوں نے محنتیں اور کوششیں کیں اس لئے ان کے دل پاک ہو گئے۔ مگر جس کثرت سے صحابہؓ میں ایسے لوگ تھے۔ اس کثرت سے بعد میں نہ ہو سکے۔ بلکہ بعد میں کثرت ان لوگوں کی تھی۔ جن میں بہت سے نقص موجود تھے۔ اور قلت ان کی تھی جو صحابہؓ جیسی صفات رکھتے تھے۔ لیکن صحابہؓ کے وقت کثرت کامل ایمان والوں کی تھی۔ ہماری جماعت میں اس وقت خدا کے فضل سے کثرت ان لوگوں کی ہے جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہے۔ اور قلت

ان کی ہے جو بعد میں آئے۔ لیکن یہ کثرت ایسی ہے جو دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے میرا مطلب اس تقریر سے یہ نہیں کہ نبی کے بعد اعلیٰ درجہ کے لوگ ہوتے ہی نہیں۔ نہیں اعلیٰ درجہ کے لوگ ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں جیسا کہ ابھی مَیں نے بعض آدمیوں کے نام لئے ہیں جنھوں نے صحابہؓ کے بعد بڑا درجہ حاصل کیا۔ اپنی جماعت کے متعلق بھی آج ہی ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا بعد میں آنے والے وہ درجہ پا سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی صحبت پانے والوں نے پایا۔ تو مَیں نے اسے جواب دیا کہ ہاں وہ درجہ پا سکتے ہیں۔ پس اس تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ مَیں بعد میں آنے والے لوگوں کو مایوس کروں۔ بلکہ میرا مطلب تمھیں اور اُن کو ہوشیار کرنا ہے۔ تمھیں اس لئے کہ تا تم آنے والوں کی تعلیم کا فکر کرو۔ اور انھیں اس لئے۔ تا وہ جان لیں کہ ان کے راستہ میں بہت سی مشکلات ہیں وہ ان پر غالب آنے کی تدبیر کریں۔ ورنہ یہ عقیدہ۔ کہ نبی کی جماعت کے بعد کوئی ان کے درجہ کو پا ہی نہیں سکتا۔ ایک غلط اور باطل عقیدہ ہے جو جھوٹی محبت سے پیدا ہوا ہے۔ صحابہ کے بعد بڑے بڑے مخدوم بڑے بڑے بزرگ اور بڑے بڑے اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ جنکی نسبت ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ وہ سب کے سب ہر ایک اس شخص سے روحانیت میں ادنیٰ تھے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت خواہ ایک دن ہی پائی ہو بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ جو صحابہؓ میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے وہ ان بعد میں آنے والوں سے اعلیٰ ہے۔ لیکن وہ جو ان میں ادنیٰ ہے۔ اس سے بعد میں آنے والوں کا اعلیٰ طبقہ اعلیٰ ہے۔ ہاں سب صحابہ کو یہ ایک جزوی فضیلت حاصل ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا۔ جس کے لئے اب اگر کوئی ساری دُنیا کی سلطنت بھی دینے کو طیار ہو جائے۔ تو حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی بات حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے متعلق ہے +

غرض وہ وقت آتا ہے کہ ایسے لوگ اس سلسلہ میں شامل ہونگے جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت نہ پائی ہوگی۔ اور اس کثرت سے ہونگے کہ ان کو ایک آدمی تقریر نہیں سُنا سکے گا۔ اس لئے اس وقت بہت سے مدرسوں کی ضرورت

ہوگی۔ اور پھر اس بات کی بھی ضرورت ہوگی۔ کہ ایک شخص لاہور میں ایک احمدی سٹر میں بیٹھا سُنتا رہے۔ اور لوگوں کو دین سے واقف کرے۔ اور احکام شرع پر چلاوے۔ تاکہ تمام جماعت صحیح عقائد پر قائم رہے۔ اور تفرقہ سے بچے +

کل مینے آپ لوگوں کو یہ بتایا تھا کہ علم ایک بہت اچھی چیز ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن آج بتاتا ہوں کہ علم بغیر خشیت اور تقویٰ کے ایک لعنت ہے۔ اور ایسا علم بہت دفعہ حجاب اکبر ثابت ہوا ہے۔ دیکھو مولوی محمدؐ حسین صاحب بٹالوی ایک عالم آدمی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وہ ایمان نہ لائے بلکہ اُنھوں نے کہدیا کہ مینے ہی مرزا کو بڑھایا تھا اور میں ہی گھٹاؤنگا۔ گویا اُنھوں نے اپنے علم کے گھمنڈ پر سمجھا کہ کسی کو میں ہی گھٹا سکتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے ایک شخص شرک کے خلاف تعلیم دیا کرتا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو کسی شخص نے اسے اسلام کی تلقین کی۔ اس نے جواب دیا کہ شرک کے مٹانے میں جو محنت اور کوشش مینے کی ہے وہ اور کسی نے نہیں کی پس اگر کوئی شخص دُنیا میں نبی ہوتا تو وہ میں ہوتا۔ یہ شخص نبی کیونکر بن گیا وہ شخص گو توحید کا علم رکھتا تھا۔ لیکن بوجہ خشیت نہ ہونے کے اسلام لانے سے محروم ہو گیا۔ پس میں آپ لوگوں کو یہی نہیں کہتا کہ علم سیکھو۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ تقویٰ اور خشیت اللہ پیدا کرو۔ کیونکہ اگر یہ نہو۔ تو علم ایک عذاب ہے نہ کہ کوئی مفید چیز۔ تم قرآن شریف پڑھو اور خوب پڑھو۔ کیونکہ بے علم انسان نہیں جانتا۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیا کیا حکم دیئے ہیں لیکن یہ بھی یاد رکھو۔ کہ کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو قرآن شریف جانتے ہیں۔ مگر خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ اور اس طرح کے ہوگئے ہیں جس طرح کے یہود کے عالم تھے جن کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن شریف وہی ہے جو رسول اللہ کے زمانہ میں تھا۔ مگر جانتے ہوئے نہیں جانتے۔ وہ مولوی اور مفتی کہلاتے ہیں مگر ان کے اعمال میں اسلام کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ قرآن شریف کے معنوں کی ایسی ایسی توجیہیں نکالتے اور ایسی ایسی شرارتیں کرتے ہیں کہ ان کے دل بھی انھیں شرمندہ کرتے ہیں۔ عالم کہلاتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ اس لئے گو انھوں نے علم پڑھا۔ مگر اُن کا علم اُن کے کچھ کام نہ آیا اور وہ

گمراہ کے گمراہ ہی رہے ✦

پس خشیت اللہ کی بہت ضرورت ہے۔ اس کے پیدا کرنے کے طریق نبیوں کے زمانہ میں بہت سے ہوتے ہیں۔ کیوں۔ اس لئے کہ وہ انسان کو سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ اور خود نمونہ بنکر لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ بات ہے کہ ہر ایک کام جس طرح کسی اُستاد کے بتانے اور تجربہ کرکے دکھانے سے آتا ہے۔ اس طرح خود بخود کتابوں میں سے پڑھ لینے سے نہیں آیا کرتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص ڈاکٹری کی کتابیں پڑھ لے۔ لیکن اسے تجربہ نہ ہو۔ تو وہ لوگوں کا علاج کرنیکی بجائے ان کو ماریگا۔ کیونکہ علاج وہی کرسکتا ہے جس کو تجربہ بھی ہو۔ اور جسے اُس نے کسی اُستاد سے سیکھا ہو۔ مگر جس نے کسی اُستاد کو دیکھا ہی نہو۔ اس کے علاج سے بہت مرتے اور کم جیتے ہیں۔ اور جو جیتے ہیں وہ بھی اس لئے نہیں کہ اسکی دوائی اور علاج سے بلکہ اپنی طاقت اور قوت سے۔ پس خشیت اللہ نبی کی صحبت سے جس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح کسی اور طرق سے نہیں حاصل ہوسکتی۔ پس تم میں سے تو بہت سے ایسے ہیں۔ جنھوں نے حضرت مسیح موعود کی صحبت سے اس کو سیکھا ہے۔ اس لئے تم اس زمانہ کے لئے ہوشیار ہو جاؤ۔ جبکہ فتوحات پر فتوحات ہونگی۔ عنقریب ایک زمانہ آتا ہے جبکہ تمہارے نام کے ساتھ لوگ رضی اللہ عنہ لگائینگے۔ آج اگر تمہاری قدر نہیں تو نہ ہی لیکن ایک وقت آتا ہے جبکہ اس شخص کی پگڑی۔ کُرتہ اور جوتی تک کو لوگ متبرک سمجھیں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ رہا ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود کو ہی خداتعالے نے فرمایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے لیکن یاد رکھو۔ صادقوں کے ساتھ رہنے والوں کے کپڑوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں لکھا ہے کہ "ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمھیں دکھائے گا۔ جس کا اُس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں۔ جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پُوری نہ ہو جائیں جنکی خدا نے خبر دی ہے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود

ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے" صٓ +

پس وہ وقت جلد آنے والا ہے اس میں شک نہیں کہ آج تم لوگوں کی نظروں میں جاہل ہو۔ پر وہ دن جلدی ہی آنیوالے ہیں۔ جبکہ دُنیا کہے گی۔ کہ تمہارے زمانہ میں تم سے زیادہ مہذب کوئی نہیں گذرا۔ تم نے خدا تعالےٰ کا حکم مانا ہے اس کے رسول کا حکم مانا ہے اور اس کے مسیح کو قبول کیا ہے۔ پس تم ہی دُنیا میں ایک برگزیدہ قوم ہو۔ تمہارے کپڑوں سے لوگ برکت ڈھونڈیں گے۔ اور تمہارے ناموں کی عزت کرینگے۔ کیونکہ تمہارے نام عزت کے ساتھ آسمان پر لکھے گئے ہیں **پس کون ہے جو انھیں دُنیا سے مٹا سکے** لیکن یہ بات بھی یاد رکھو کہ جس طرح تم پر اس قدر انعام ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمہارے فرض بھی بہت بڑھ گئے ہیں۔ بیشک بعد میں آنے والے تحریریں پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اس طرح وہ اعمال نہیں سیکھ سکتے۔ اور نہ دوسرے لوگ انھیں سکھا سکتے ہیں جس طرح تم نے سیکھے ہیں۔ مگر وہی سکھا سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں پاک دل ہوئے۔ صرف علم نہ پہلوں کے کام آیا۔ اور نہ پچھلوں کے کام آسکتا ہے۔ مگر تمھیں خود علم کی ضرورت ہے۔ قرآن شریف عربی زبان میں ہے۔ اس لئے جب تک عربی نہ آتی ہو۔ اس کے پڑھنے میں لذت نہیں آسکتی اور نہ اس کے احکام سے انسان واقف ہو سکتا ہے۔ پس تم عربی سیکھو۔ تا کہ قرآن شریف کو سمجھ سکو۔ ابھی میر حامد شاہ صاحب نے ایک نظم پڑھی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس میں انھوں نے ایک شعر ایسا بھی لکھا ہے کہ اسی کے مضمون کے متعلق میں اس وقت تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم بار بار قادیان آؤ۔ اور آ کر قرآن سیکھو تا بعد میں آنیوالوں کو سکھا دو اگر تم اسکے لئے تیار نہ ہوگے۔ **تو یاد رکھو کہ ایک عرصہ تک تو بیشک تمھیں عزت حاصل ہوگی۔ لیکن ایسا زمانہ آئے گا جبکہ تم خاک میں ملائے جاؤ گے۔** اور تم سے آنے والے لوگ جن میں خشیت اللہ نہ ہوگی وہی سلوک کرینگے جو صحابہ کے ساتھ ان لوگوں نے کیا۔ جو بعد میں آئے تھے۔ کہ انھیں قتل کرا کر ان کی لاشوں پر تھوکا اور دفن نہ ہونے دیا +

دیکھو میں آدمی ہوں۔ اور جو میرے بعد ہوگا وہ بھی آدمی ہی ہوگا جس کے زمانہ میں فتوحات

ہونگی۔ وہ اکیلا سب کو نہیں سکھا سکے گا۔ تم ہی لوگ ان کے معلم بنوگے۔ پس اس وقت تم خود سیکھو تا اُن کو سکھا سکو۔ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ دُنیا کے لئے پروفیسر بنا دیئے جاؤ۔ اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے اور بہت ضروری ہے کہ تم خود پڑھو۔ تا آنے والوں کے لئے اُستاد بن سکو۔ اگر تم نے خود نہ پڑھا تو ان کو کیا پڑھاؤ گے۔ ایک نادان اور جاہل اُستاد کسی شاگرد کو کیا پڑھا سکتا ہے۔ کہتے ہیں ایک اُستاد تھا اس نے چند خطوط پڑھے ہوئے تھے۔ جو کوئی خط لاکر دیتا اُسے انھیں خطوں میں سے کوئی ایک سُنا دیتا۔ ایک دن ایک شخص خط لایا۔ اس وقت اس کے پاس اپنے پہلے خط موجود نہ تھے۔ اس لئے نہ پڑھ سکا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں طاق والے خط پڑھ سکتا ہوں۔ پس تم بھی اس خط کے پڑھنے والے کی طرح نہ بنو۔ آپ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر اخلاص اور خشیت پیدا کرو۔ اور علم دین سیکھو۔ اور اپنے دلوں کو صیقل کرو۔ تاکہ جو لوگ تم میں آئیں ان کو تعلیم دے سکو اور ان میں خشیت اللہ پیدا کر سکو۔ صحابہ کے وقت جو فتنہ ہوا تھا وہ اسی بات کا نتیجہ تھا۔ کہ وہ لوگ مدینہ میں نہ آتے تھے۔ اور انھوں نے قرآن شریف نہ پڑھا اور نہ سمجھا تھا۔ اس لئے ان میں خشیت اللہ پیدا نہ ہوئی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ انھوں نے صحابہؓ کو قتل کر کے اپنے پاؤں تلے روندا ان کی لاشوں کی بے عزتی کی۔ اور انھیں مکانوں میں بند کر دیا۔ اگر وہ مدینہ آتے اور اہل مدینہ سے تعلق رکھتے۔ تو کبھی یہ فتنہ نہ ہوتا۔ اور اگر ہوتا تو ایسی خطرناک صورت نہ اختیار کرتا۔ اس فتنہ میں سارے مدینہ سے صرف تین آدمی ایسے نکلے۔ جن کو مفسد اور شریر لوگ اپنے ساتھ ملا سکے۔ اور ان کو بھی دھوکہ اور فریب سے۔ وہ ایک عمارؓ بن یاسر تھے۔ دوسرے محمدؓ بن ابی بکر۔ اور تیسرے ایک انصاریؓ تھے۔ چونکہ تم لوگ بھی صحابہ کے مشابہ ہو اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ تاریخ سے بیان کروں کہ کس طرح مسلمان تباہ ہوئے۔ اور کونسے اسباب ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔ پس تم ہوشیار رہو جاؤ۔ اور جو لوگ تم میں نئے آئیں۔ اُن کے لئے تعلیم کا بندوبست کرو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت جو فتنہ اُٹھا تھا۔ وہ صحابہ سے نہیں اُٹھا تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے اُٹھایا تھا۔ ان کو دھوکہ لگا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں بہت سے صحابہ تھے اور معاویہ کے مقابلہ میں بھی۔

بیکن میں کہتا ہوں کہ اس فتنہ کے بانی صحابہ نہیں تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بعد میں آئے اور جنھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ کے پاس نہ بیٹھے۔ بس میں آپ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اور فتنہ سے بچنے کا یہ طریق بتاتا ہوں کہ کثرت سے قادیان آؤ۔ اور بار بار آؤ۔ تاکہ تمہارے ایمان تازہ رہیں۔ اور تمہاری خشیت اللہ بڑھتی رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں زمانہ طالب علمی میں ایک شخص کے پاس ملنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ نہ گیا۔ پھر جو گیا تو کہنے لگے۔ کیا تم کبھی قصائی کی دکان پر نہیں گئے میں نے کہا۔ قصائی کی دکان تو میرے راستہ میں پڑتی ہے۔ ہر روز میں اس کے سامنے سے گذرتا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ کیا تم نے کبھی قصائی کو نہیں دیکھا کہ وہ کچھ دیر گوشت کاٹ کر ایک چھری کو دوسری چھری پر پھیر لیتا ہے وہ ایسا اس لئے کرتا ہے کہ تا دونوں چھریاں تیز ہو جائیں۔ اسی طرح جب ایک نیک آدمی دوسرے نیک آدمی سے ملتا ہے تو ان پر جو کوئی بد اثر ہوتا ہے وہ دُور ہو جاتا ہے۔ پس تم لوگ بھی کثرت سے یہاں آؤ۔ تاکہ نیک انسانوں سے ملو۔ اور صاف وشفاف ہو جاؤ۔ خدا تعالےٰ نے قادیان کو مرکز بنایا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کے جو برکات اور فیوض یہاں نازل ہوتے ہیں اور کسی جگہ نہیں ہیں۔ پھر جس کثرت سے حضرت مسیح موعود کے صحابہ یہاں موجود ہیں۔ اور کسی جگہ نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں کے لوگوں کے ساتھ ملنے سے انسان کا دل جس طرح صیقل ہوتا ہے اور جس طرح اسے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح کسی جگہ کے لوگوں کے ساتھ ملنے سے نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔ اب ہی دیکھ لو۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو یہاں متکبرانہ آتے۔ اور اسی نشہ میں چلے جاتے تھے باہر کے ایسے ہی لوگ غیر مبائعین ہیں۔ جو یہاں نہیں آتے تھے۔ پس اسی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہوتے گئے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ مردہ دل ہو گئے۔ انھوں نے اپنے دل میں ایمان کا پودا تو لگایا تھا۔ مگر اسے پانی نہ دیا۔ اس لئے وہ سوکھ گیا۔ انھوں نے اپنے دل میں خشیت اللہ کا بیج تو بویا تھا۔ مگر اسکی آبپاشی نہ کی۔ اس لئے وہ خشک ہو گیا۔ تم ان لوگوں کے

نمونہ سے عبرت پکڑو۔ اور بار بار یہاں آؤ۔ تا کہ حضرت مسیح موعود کی صحبت یافتہ جماعت کے پاس بیٹھو۔ حضرت مسیح موعود کے نشانات کو دیکھو۔ اور اپنے دلوں کو صیقل کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ لوگوں نے اس وقت تک کچھ نہیں سیکھا۔ یا کچھ نہیں حاصل کیا۔ آپ نے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ حاصل کیا ہے مگر اس کو قائم اور تازہ رکھنے کے لئے یہاں آؤ۔ اور بار بار آؤ۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو صرف جلسہ پر آتے ہیں۔ اور پھر نہیں آتے ہیں کہتا ہوں انھیں اس طرح آنے سے کیا فائدہ ہؤا۔ یہ فائدہ تو ہؤا کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا حکم مانا۔ اور اس حکم کی قدر کی۔ مگر ایسے موقع پر انھیں کچھ سکھانے اور پڑھانے کا کہاں موقع مل سکتا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جلسہ پر آتے اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ان کی بعض حرکات خلاف شرع ہوتی ہیں۔ لیکن ایسے وقت میں نہ کچھ بتایا جاسکتا ہے۔ اور نہ بتانے کا کوئی موقع ملتا ہے۔ اور پھر وہ جو یہاں نہیں آتے۔ ان کے لئے بار بار دُعا بھی نہیں ہوسکتی۔ اور کس طرح ہو۔ میں تو دیکھتا ہوں ماں بھی اپنے اس بچہ کو جو ہر وقت اس سے دور رہے۔ بھول جاتی ہے۔ اور جو نزدیک رہے اسے یاد رکھتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ بھی ان لوگوں کو بھلا دیتا ہے۔ جو اس کو یاد نہیں رکھتے۔ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ کافروں کو کہتا ہے کہ تم میرے ملنے سے نا امید ہوگئے۔ پس میں نے بھی تم کو ترک کردیا۔ تو وہ شخص جو بار بار مجھے ملتا اور اپنے آپ کو شناخت کراتا ہے وہ اپنے لئے دُعا کے لئے بھی یاد دلاتا ہے۔ بیشک میں تمام جماعت کے لئے ہمیشہ دُعا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ اور مجھے اپنی دُعاؤں کے نیک نتائج نکلنے کی امید ہے۔ نا امیدی میری فطرت میں ہی نہیں ہے کیونکہ میری طبیعت خدا تعالےٰ نے ایسی بنائی ہے جو نا امیدی کے الفاظ کو سُننا بھی گوارا نہیں کرتی مجھے اُس شخص پر بہت غصہ آتا ہے جو خدا تعالےٰ کی نسبت کسی نا امیدی کا اظہار کرے۔ اس وقت میرے تمام بدن کو آگ سی لگ جاتی ہے۔ نیز میں یہ بات بھی کبھی نہیں سُن سکتا۔ کہ فلاں بات ہو نہیں سکتی۔ مجھے ایسے لوگوں سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ اور ہے۔ جو اس قسم کے ہوتے ہیں۔ خیر یہ ایک ضمنی بات تھی۔ جو میں نے بیان کردی ہے +

ہاں آپ لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ خدا سے دُور رہنے والے لوگوں کا خدا سے قرب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کے بندوں سے دُور رہنے والا بھی اُن کا مقرب نہیں بن سکتا وہ دُعائیں جو میں کرتا ہوں۔ مجملاً ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کا اثر اجمالی طور پر سب کو ہوگا مگر فرداً فرداً اُسی کے لئے دُعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جو بار بار سامنے نظر آئے۔ پس اِس بات کو مدنظر رکھ کر بھی یہاں آؤ۔ پھر قادیان میں نہ صرف قرآن شریف علمی طور پر حاصل ہوتا ہے بلکہ عملی طور پر بھی ملتا ہے۔ یہاں خدا کے فضل سے پڑھانے والے ایسے موجود ہیں جو پڑھنے والے کے دل میں داخل کر دیں۔ اور یہ بات کسی اور جگہ حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ تفقہ فی الدین اور چیز ہے۔ اور علم اور چیز۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے یہی دُعا فرمائی۔ کہ خدا تعالیٰ تمہیں دین کے باریک رازوں سے واقف کرے۔ تفقہ فی الدین حاصل ہو۔ پس ہر ایک وہ شخص جو قرآن شریف پڑھ سکتا ہے وہ عالم ہو سکتا ہے۔ مگر فقیہہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قرآن کریم کے باریک رازوں سے بھی واقف نہ ہو۔ ایسے انسان خدا کے فضل سے یہاں موجود ہیں۔ ان سے آپ یہ بات حاصل کریں۔ اور وہ اس طرح کہ بار بار یہاں آئیں۔ کیونکہ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے جبکہ آپ دُنیا کے پڑھانے والے بنیں گے۔ پس جلدی تعلیم حاصل کرو۔ تاکہ دوسروں کو پڑھا سکو۔ خدا تعالےٰ کا جن مرکزوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ ان کے رہنے والوں کے ساتھ بھی وہ اپنے خاص فضل کا سلوک کرتا ہے تو یہاں نہ صرف یہ کہ خود بہت سے لوگ تفقہ فی الدین رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک بات میں دوسروں کو بھی تسلّی اور تشفی کرا سکتے ہیں

پھر یہاں کی ایک ایک اینٹ ایک ایک مکان حضرت مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ یہ وہ شہر ہے جس کا نام بھی کوئی نہ جانتا تھا مگر اس میں پیدا ہونے والے ایک شخص نے کہا کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تمہیں تمام جہان میں مشہور کرونگا۔ اور یہاں دُور دُور سے لوگ آئینگے۔ چنانچہ وہ مشہور ہو گیا۔ اور دُور دراز ملکوں سے لوگ آئے جو آپ کی صداقت کا ایک کھلا کھلا ثبوت ہے۔ ایک دفعہ ایک انگریز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امریکہ سے ملنے کے لئے آیا۔ اُس نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں

نبی ہوں۔ اس نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو کوئی نشان دکھلایئے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ہی میرے نشان ہیں۔ اُس نے کہا میں کس طرح ہوں۔ فرمایا ایک وقت تھا۔ کہ یہاں مجھے کوئی نہ جانتا تھا۔ اور میں ایک گمنامی کی حالت میں رہتا تھا۔ لیکن آج آپ مجھے امریکہ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ کیا یہ میری صداقت کا نشان نہیں ہے۔ غرض آپ میں سے ایک ایک شخص اور اس مسجد اور دوسرے مکانوں کی ایک ایک اینٹ آنیوالوں کے لئے نشان ہے کیونکہ اگر حضرت صاحب کے ذریعہ یہاں لوگ جمع نہ ہوتے۔ تو کون یہ مسجدیں اور یہ سکول اور یہ بورڈنگ بناتا۔ حضرت مسیح موعود نے ایسے وقت میں اسکی خبر دی تھی جبکہ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ قادیان اس دریا تک جو یہاں سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پھیل جائے گی۔ چنانچہ ایک میل تک تو اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی پھیل گئی ہے۔ قاعدہ ہے۔ کہ ابتدا میں ہر ایک چیز آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہے۔ اور کچھ عرصے کے بعد یکلخت بہت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بچہ پہلے تھوڑا تھوڑا بڑھتا۔ ہے۔ لیکن ایک وقت میں یکلخت بڑھ جاتا ہے۔ تو یہ قادیان کی ابتدائی ترقی ہے۔ اس سے اسکی انتہائی ترقی کا اندازہ کرلو۔ غرض قادیان کی ہر ایک چیز ہر ایک درخت ہر ایک اینٹ ہر ایک مکان نشان ہے۔ بہشتی مقبرہ۔ حضرت صاحب کا باغ۔ بورڈنگ۔ سکول۔ مسجدیں وغیرہ سب حضرت صاحب کا معجزہ ہیں اور یہاں کی گلیاں بھی بہت بابرکت ہیں کیونکہ ان میں خدا کا مسیح چلا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مکہ اور مدینہ کیوں اب بھی بابرکت ہیں۔ ان میں کیا ایسی چیز ہے جو کسی اور جگہ نہیں ہے۔ وہ یہ کہ مکہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے برگزیدہ انسان نے رکھی۔ اور مدینہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز رہے لیکن اب کیا وہاں رسول اللہ موجود ہیں۔ پھر کیوں اسکی عزت اور توقیر کی جاتی ہے۔ اور رسول اللہ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنے والے کو بہ نسبت کسی اور مسجد میں پڑھنے والے کے زیادہ ثواب ہوگا۔ حالانکہ وہاں رسول اللہ کیا۔ آپ کے صحابہ بھی نہیں ہیں اور اب تو وہاں ایسے علماء رہتے ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی کفر کا فتوٰی لگا دیا۔ مگر چونکہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پڑے تھے۔ اس لئے وہ اب

مقدس اور مطہر ہی ہے۔ پھر مکہ کو دیکھو وہاں نہ حضرت ابراہیم ہیں۔ اور نہ حضرت اسماعیل۔ اور نہ ہی ان کے صحابہ موجود ہیں۔ مگر چونکہ ان متبرک انسانوں نے اس کی بُنیاد رکھی تھی اس لئے باوجود اس وقت ان کے وہاں موجود نہ ہونے کے مکہ ویسا ہی متبرک ہے۔ تو جن مقاموں سے خدا تعالےٰ کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے متبرک بنا دیئے جاتے ہیں۔ قادیان بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ مبعوث ہوُا۔ اور اس نے یہاں ہی اپنی ساری عمر گذاری۔ اور اس جگہ سے وہ بہت محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعود لاہور گئے ہیں۔ اور آپ کا وصال ہوگیا ہے۔ ایک دن مجھے آپ نے ایک مکان میں بُلا کر فرمایا۔ محمود دیکھو یہ دھوپ کیسی زرد سی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ مجھے ویسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسی کہ ہر روز دیکھتا تھا۔ میں نے کہا نہیں اسی طرح کی ہے جس طرح کی ہر روز ہوُا کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہاں کی دھوپ کچھ زرد اور مدھم سی ہے **قادیان کی دھوپ بہت صاف اور عمدہ ہوتی ہے**۔ چونکہ آپ نے قادیان میں ہی دفن ہونا تھا۔ اس لئے آپ نے یہ ایک ایسی بات فرمائی۔ جس سے قادیان سے آپ کی محبت اور اُلفت کا پتہ لگتا تھا۔ کیونکہ جب کہیں سے جُدائی ہونے لگتی ہے تو وہاں کی ذرا ذرا چیز سے بھی محبت اور اُلفت کا خیال آتا ہے۔ تو اس جگہ کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے بھی خدا کے مسیح کو وہ اُلفت تھی۔ جس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے۔

پھر خدا تعالےٰ نے تمہیں ایک سلک میں منسلک کر دیا ہے۔ اور تم ایک لڑی میں پروئے گئے ہو۔ خدا تعالےٰ نے تمہیں اتفاق اور اتحاد کی مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف مقام ہی کی برکتیں نہیں بلکہ اتحاد کی برکتیں بھی ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اگر خدانخواستہ اتحاد نہ بھی ہو تو بھی یہاں کا آنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ وہ شخص جو یہاں نہیں آتا۔ یاد رکھے کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔ پس وہ لوگ جو پُرانے ہیں۔ اور وہ بھی جو نئے ہیں یہاں بار بار آئیں۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ ان کے یہاں آنے جانے کے روپے ضائع نہیں جائینگے بلکہ خدا تعالےٰ انہیں واپس کر دے گا۔ اور بڑے نفع کے ساتھ واپس کریگا کیونکہ خدا تعالےٰ کسی کا حق نہیں مارتا۔ اسے بڑی غیرت ہے۔ اور اس معاملہ میں وہ بڑا

غیور ہے۔ دیکھو اس میں اتنی غیرت ہے کہ جب مؤذن کھڑا ہو کر اذان میں کہتا ہے۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز کے لئے آؤ۔ تو خدا تعالےٰ اتنا برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس آواز سے لوگ یہ خیال کر کے آئیں۔ کہ چلو خدا کا حکم ہے مسجد میں چلیں۔ اور اس طرح ایک طرح کا احسان جتائیں۔ اس لئے ساتھ یہ بھی فرما دیا۔ کہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ کسی کا نماز پڑھنے کے لئے آنا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ اگر کوئی نماز پڑھے گا تو خود ہی فلاح حاصل کرے گا۔ تو جو لوگ خدا تعالےٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرینگے اس کی رضامندی کے لئے اپنا وطن چھوڑینگے۔ اس کی رضا کے لئے سفر کی تکلیفیں برداشت کرینگے۔ ان کی یہ باتیں ضائع نہیں جائینگی۔ بلکہ وہ اس درجہ کو پائینگے۔ کہ خدا اُن کا ہاتھ خدا ان کی زبان۔ خدا ان کے کان۔ اور خدا ان کے پاؤں ہو جائے گا۔ اور جو کچھ وہ اس راستہ میں ڈالینگے۔ وہ بیج ہو گا۔ جو انہیں کئی گُنا ہو کر واپس ملے گا۔ پس کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ قادیان آنا خرچ کرنا ہے یہ خرچ کرنا نہیں۔ بلکہ برکتیں حاصل کرنا ہے۔ دیکھو کھیتی میں بیج ڈالنے والا بھی بیج کو خرچ کرتا ہے۔ لیکن اس سے گھبراتا نہیں بلکہ امید رکھتا ہے۔ کہ کل مجھے بہت زیادہ ملے گا۔ پس تم بھی یہاں آنے جانے کے اخراجات سے نہ گھبراؤ۔ خدا تعالیٰ تمھیں اس کے مقابلہ میں بہت بڑھ کر دے گا۔ پس تمہارے یہاں آنے میں کوئی چیز روک نہ ہو۔ اور کوئی بات مانع نہو۔ تاکہ تم اپنے دین اور ایمان کو مضبوط کر لو۔ اور اپنے میں آنے والوں سے پہلے ان کے لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر آنے والے ہزاروں ہوں۔ تو تم بھی ہزاروں ہی انکے لینے کے لئے موجود رہو +

اس بات کو خوب ذہن نشین کر کے اس پر عمل کرو۔ صحابہ کا بڑا تلخ تجربہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کیسی دردناک مصیبت ان پر آئی تھی۔ اور کسقدر مصائب اور آلام کا وہ نشانہ بنے تھے۔ یہ فساد جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا ہے۔ صحابہ سے پیدا نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ان لوگوں نے کیا تھا۔ جو مدینہ میں نہیں آتے تھے۔ اور صحابہ میں شامل نہ تھے۔ چنانچہ اس فساد کا بانی مبانی ایک شخص عبداللہ بن سبا تھا۔ اِسکی ابتدائی زندگی کا حال تو معلوم نہیں ہوتا کہ سیاست کے ساتھ اس کو کیا تعلق تھا لیکن

تاریخ میں اس کا ذکر حکیم بن جبلہ کے ساتھ آتا ہے۔ حکیم ابن جبلہ ایک چور تھا جب فارس پر چڑھائی ہوئی تو یہ بھی صحابہ کے لشکر میں شامل تھا۔ لشکر کی واپسی پر یہ راستہ میں غائب ہوگیا۔ اور غیر مسلموں پر حملہ کر کے ان کے اموال لوٹ لیا کرتا تھا۔ اور بھیس بدلکر رہتا تھا۔ جب غیر مسلم آبادی اور مسلم آبادی نے اس کی شرارتوں کا حال حضرت عثمان کو لکھا تو آپ نے اس کے نظربند کرنے کا حکم دیا اور بصرہ سے باہر جانے کی اسے ممانعت کر دی گئی اس پر اس نے خفیہ شرارتیں اور منصوبے شروع کئے۔ چنانچہ ۳۳ھ میں اس کے گھر پر عبداللہ بن سبا مہمان کے طور پر آکر اُترا۔ اور لوگوں کو بُلا کر ان کو ایک خفیہ جماعت کی شکل میں بنانا شروع کیا اور آپس میں ایک انتظام قائم کیا۔ جب اس کی خبر والی کو ملی تو اس نے اس سے دریافت کہ تُو کون ہے تو اس نے کہلا بھیجا کہ میں ایک یہودی ہوں۔ اسلام سے مجھے رغبت ہے اور تیری پناہ میں آکر رہا ہوں۔ چونکہ اس کی شرارتوں کا علم گورنر کو ہوچکا تھا۔ انھوں نے اسے ملک بدر کر دیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے جو تاریخ عبداللہ بن سبا کی سیاسی شرارتوں کے متعلق ہمیں بتاتی ہے اور اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حکیم بن جبلہ بھی سچے دل سے مسلمان نہ تھا اور اس کا ذمیوں پر حملہ کرنا اس لئے نہ تھا کہ غیر مسلموں سے اسے دشمنی تھی۔ بلکہ غیر مسلموں کو اسلامی حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لئے وہ ڈاکہ مارتا تھا جیسا کہ آجکل بنگالہ کے چند شریر ہندوستانی آبادی پر ڈاکہ مارتے ہیں۔ اور ان کی غرض صرف اس قدر ہوتی ہے کہ عام آبادی انگریزی حکومت کو ناقابل سمجھکر اس سے بگڑ جائے۔ اور یہ نتیجہ اس بات سے نکلتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی جو دل سے اسلام کا دشمن تھا اسی کے پاس آکر ٹھہرا ہے اگر حکیم سچا مسلمان ہوتا۔ اور غیر مسلموں کا دشمن۔ تو کبھی عبداللہ بن سبا جو دل سے اسلام کا دشمن تھا۔ سب بصرہ میں سے اس کو نہ چنتا بلکہ اسے اپنا دشمن خیال کرتا +

جب عبداللہ بن سبا بصرہ سے نکالا گیا تو کوفہ کو چلا گیا۔ اور وہاں ایک جماعت اپنے ہم خیالوں کی پیدا کر کے شام کو گیا لیکن وہاں اس کی بات کسی نے نہ سُنی۔ اس لئے وہ وہاں سے مصر کو چلا گیا۔ مصری لوگ تازہ مسلم تھے۔ ان میں ایمان اسقدر داخل نہ ہُوا تھا جیسا کہ دیگر بلاد کے باشندوں میں۔ پھر مدینہ سے زیادہ دُور تھے اور مرکز سے تعلق کم تھا اس لئے بہت

کثرت سے اس کے قریب میں آگئے۔ اور عبداللہ بن سبا نے دیکھ لیا۔ کہ مصر ہی میرے قیام کے لئے مناسب ہوسکتا ہے چنانچہ اس نے مصر میں ہی رہائش اختیار کی اور لوگوں کو اُکسانا شروع کیا +

اِدھر تو یہ فتنہ شروع تھا۔ اِدھر چند اور فتنے بھی پیدا ہو رہے تھے اور اُن کے بانی بھی وہی لوگ تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور مدینہ سے ان کا تعلق بالکل نہ تھا اس لئے ان کی تربیت نہ ہوسکتی تھی۔ چنانچہ جس طرح بصرہ میں حکیم بن جبلہ عبداللہ بن سبا کے ساتھ ملکر یہ شرارتیں کر رہا تھا۔ کوفہ میں بھی ایک جماعت اسی کام میں لگی ہوئی تھی سعید بن العاص گورنر کوفہ تھے اور ان کی صحبت اکثر ذی علم لوگوں کے ساتھ رہتی تھی۔ مگر کبھی کبھی تمام لوگوں کو وہ اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے تھے تا کل حالات سے باخبر رہیں۔ ایک دن ایسا ہی موقعہ تھا باتیں ہو رہی تھیں۔ کسی نے کہا فلاں شخص بڑا سخی ہے سعید بن العاص نے کہا کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں بھی تم لوگوں کو دیتا۔ ایک نیچ میں بول پڑا کہ کاش آل کسریٰ کے اموال تمہارے قبضہ میں ہوتے۔ اس پر چند نومسلم عرب اس سے لڑ پڑے اور کہا کہ یہہ ہمارے اموال کی نسبت خواہش کرتا ہے کہ اس کو ملجائیں۔ سعید بن العاص نے سمجھایا تو کہا کہ تم نے اس کو سکھایا ہے کہ ایسی بات کہے اور اُٹھ کر اس شخص کو مارنے لگے اس کی مدد کے لئے اُس کا باپ اُٹھا تو اُسے بھی مارا۔ حتیٰ کہ دونوں بیہوش ہوگئے۔ جب لوگوں کو علم ہوا کہ اس قسم کا فساد ہوگیا ہے تو وہ قلعہ کے اِردگرد جمع ہوگئے۔ مگر سعید بن العاص نے ان کو سمجھا کر ہٹا دیا کہ کچھ نہیں سب خیر ہے اور جن لوگوں کو مار پڑی تھی انھیں بھی منع کر دیا کہ تم اس بات کو مشہور مت کرنا خواہ مخواہ فساد پڑے گا۔ اور آئندہ سے اس فسادی جماعت کو اپنے پاس آنے سے روک دیا۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمیں والی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تو انھوں نے لوگوں میں طرح طرح کے جھوٹ مشہور کرنے شروع کر دیئے اور دین اسلام پر طعن کرنے لگے۔ اور مختلف تدابیر سے لوگوں کو دین سے بدظن کرنے کی کوشش شروع کی۔ اس پر لوگوں نے حضرت عثمان سے شکایت کی اور آپ نے حکم دیا کہ ان کو کوفہ سے جلاوطن کرکے شام بھیجدیا جائے۔ اور حضرت معاویہ کو لکھدیا کہ ان کی خبر رکھنا۔ حضرت

معاویہ نے نہایت محبت سے ان کو رکھا۔ اور ایک دن موقعہ پاکر ان کو سمجھایا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی۔ اسے یاد کرو اور غور کرو کہ خدا تعالےٰ نے قریش کے ذریعہ سے تم کو عزت دی ہے پھر قریش سے تمہیں کیوں دشمنی ہے (وہ لوگ اس بات پر بھی طعن کرتے تھے کہ خلیفہ قریش میں سے کیوں ہوتے ہیں۔ قریشیوں نے خلافت کو اپنا حق بنا چھوڑا ہے یہ ناجائز ہے) اگر تم حکام کی عزت نہ کرو گے تو یاد رکھو جلد وہ دن آتا ہے کہ خدا تعالےٰ تم پر ایسے لوگوں کو مقرر کرے گا جو تم کو خوب تکلیف دینگے۔ امام ایک ڈھال ہے جو تم کو تکلیف سے بچاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ قریش کا کیا احسان ہے کیا وہ کوئی بڑی جماعت تھی جن کے ذریعہ سے اسلام کامیاب ہو گیا اور باقی رہا کہ امام ڈھال ہے اور ہمیں تکلیف سے بچا رہا ہے سو یہ خیال مت کرو جب وہ ڈھال ٹوٹ جائے گی تو پھر ہمارے ہاتھ میں دے دی جائے گی۔ یعنے خلافت اگر قریش کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو پھر ہم ہی ہم اس کے وارث ہیں اس لئے ہمیں اس کا فکر نہیں کہ خلافت قریش کے ہاتھ سے نکل گئی۔ تو پھر کیا ہوگا۔ اس پر حضرت معاویہ نے ان کو سمجھایا کہ ایامِ جاہلیت کی سی باتیں نہ کرو۔ اسلام میں کسی قوم کا زیادہ یا کم ہونا موجبِ شرف نہیں رکھا گیا۔ بلکہ دیندار و خدا رسیدہ ہونا اصل سمجھا گیا ہے۔ پس جبکہ قریش کو خدا تعالیٰ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں ممتاز کیا۔ اور ان کو دین کی اشاعت و حفاظت کا کام سپرد کیا ہے تو تم کو اس پر کیا حسد ہے اور تم لوگ اپنی پہلی حالت کو دیکھو اور سوچو کہ اسلام نے تم لوگوں پر کس قدر احسانات کئے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ تم اہلِ فارس کے کارندہ تھے اور بالکل ذلیل تھے اسلام کے ذریعہ سے ہی تم کو سب عزت ملی۔ لیکن تم نے بجائے شکریہ ادا کرنے کے ایسی باتیں شروع کر دی ہیں جو اسلام کے لئے ہلاکت کا باعث ہیں تم شیطان کا ہتھیار بن گئے ہو وہ جس طرح چاہتا ہے تمہارے ذریعہ سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوا رہا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اس بات کا انجام نیک نہ ہوگا اور تم دکھ پاؤ گے۔ بہتر ہے کہ جماعت اسلام میں شامل ہو جاؤ۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کچھ اور ہے جسے تم ظاہر نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ

اسے ظاہر کر کے چھوڑے گا (یعنے تم اصل میں حکومت کے طالب ہو اور چاہتے ہو کہ ہم بادشاہ ہو جائیں اور دین سے متنفر ہو لیکن بظاہر اپنے آپ کو مسلم کہتے ہو) اس کے بعد حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو اُن کی حالت سے اطلاع دی اور لکھا کہ وہ لوگ اسلام وعدل سے بیزار ہیں اور ان کی غرض فتنہ کرنا اور مال کمانا ہے پس آپ ان کے متعلق گورنروں کو حکم دیدیجئے کہ ان کو عزت نہ دیں یہ ذلیل لوگ ہیں۔ پھر ان لوگوں کو شام سے نکالا گیا اور وہ جزیرہ کی طرف چلے گئے وہاں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید حاکم تھے انھوں نے ان کو نظر بند کر دیا اور کہا کہ اگر اس ملک میں بھی لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور فتنہ ڈالنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں ایسی خبر لوں گا کہ سب شیخی کرکری ہو جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے انھیں سخت پہرہ میں رکھا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے آخر میں توبہ کی کہ اب ہم جھوٹی افواہیں نہ پھیلائینگے اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ کرینگے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے ان کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اور اشتر کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا کہ اب یہ معافی کے طالب ہیں آپ نے انھیں معاف کیا اور اختیار دیا کہ جہاں چاہیں رہیں۔ اشتر نے کہا کہ ہم عبدالرحمن بن خالد کے پاس ہی رہنا چاہتے ہیں چنانچہ وہیں ان کو واپس کیا گیا۔

اِس گروہ کے علاوہ ایک تیسرا گروہ تھا جو تفرقہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا اس کا سرگروہ ایک شخص حمران بن ابان تھا اس نے ایک عورت سے عدت کے اندر شادی کر لی تھی جس پر اسے مارا گیا اور بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں اس نے فساد ڈلوانا شروع کیا اور تفرقہ اور فساد ڈالنے کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ شرفا کے خلاف موقعہ پاکر جھوٹ منسوب کر دیتا اور اس طرح تفرقہ ڈلواتا۔

غرض یہ تین گروہ اسلام کی تباہی میں کوشاں تھے اور تینوں گروہ ایسے تھے جو دین اسلام سے بے خبر۔ اور اپنی وجاہت کے دلدادہ تھے اسلام کی ناواقفی کی وجہ سے اپنی عقل سے مسائل ایجاد کر کے مسلمانوں کے اعتقاد بگاڑتے تھے اور چونکہ حکومت اسلامیہ ان کے اس فعل میں روک تھی اور وہ کھلے بندوں اسلام کو بازیچۂ اطفال نہیں بنا سکتے

تھے اس لئے اس حکومت کے مٹانے کے درپے ہو گئے تھے۔
چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھ کر باقاعدہ سازش شروع کر دی اور تمام اسلامی علاقوں میں اپنے ہم خیال پیدا کر کے ان کے ساتھ خط و کتابت شروع کی اور لوگوں کو بھڑکانے کے لئے یہ راہ نکالی کہ حضرت عثمان کے عمال کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ اور چونکہ لوگ اپنی آنکھوں دیکھی بات کے متعلق دھوکا نہیں کھا سکتے اس لئے یہ تجویز کی کہ ہر ایک جگہ کے لوگ اپنے علاقہ میں اپنے گورنر کے عیب نہ مشہور کریں بلکہ دوسرے علاقہ کے لوگوں کو اس کے مظالم لکھکر بھیجیں۔ وہاں کے فتنہ پرداز ان کو اپنے گورنر کے عیب لکھکر بھیجیں اس طرح لوگوں پر ان کا فریب نہ کھلے گا۔ چنانچہ بصرہ کے لوگ مصر والوں کیطرف لکھ کر بھیجتے کہ یہاں کا گورنر بڑا ظالم ہے اور اس اس طرح مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے اور مصر کے لوگ یہ خطوط لوگوں کو پڑھ کر سُناتے اور کہتے کہ دیکھو تمہارے بصرہ کے بھائی اس دُکھ میں ہیں اور ان کی فریاد کوئی نہیں سُنتا۔ اسی طرح مصر کے متفنی کسی اور صوبہ کے دوستوں کو مصر کے گورنر کے ظلم لکھ کر بھیجتے اور وہ لوگوں کو سُنا کر خلیفہ کے خلاف اُکساتے کہ اس نے ایسے ظالم گورنر مقرر کر رکھے ہیں جنکو رعایا کی کوئی پروا نہیں۔ علاوہ ازیں لوگوں کو بھڑکانے کے لئے چونکہ اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ ان کے دل ان کی طرف جُھک جائیں۔ اس کے لئے عبداللہ بن سبا نے یہ تجویز کی کہ عام طور پر وعظ و لیکچر دیتے پھرو تا کہ لوگ تمہاری طرف مائل ہو جائیں اور بڑا خادم اسلام سمجھیں چنانچہ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں جو طبری نے لکھے ہیں واظہروا الامر بالمعروف والنھی عن المنکر تستمیلوا النّاس وادعوھم الیٰ ھذا الامر فبث دُعاتہٗ۔ یعنے اس نے نصیحت کی کہ ظاہر میں تو تمہارا کام لوگوں کو نیک باتوں کا وعظ کرنا۔ اور بُری باتوں سے روکنا ہو تا کہ اس ذریعہ سے لوگوں کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں کہ کیا عمدہ کام کرتے ہیں لیکن اصل میں تمہاری غرض ان وعظوں سے یہ ہو کہ اس طرح لوگوں کے دل جب مائل ہو جائیں تو انھیں اپنا ہم خیال بناؤ۔ یہ نصیحت کر کے اس نے اپنے واعظ چاروں طرف پھیلا دیئے۔ غرض ان لوگوں نے ایسا طریق

اختیار کیا کہ سادہ لوح لوگوں کے لئے بات کا سمجھنا بالکل مشکل ہو گیا۔ اور فتنہ بڑے زور سے ترقی کرنے لگا۔ اور عام طور پر مسلمان خلافتِ عثمانؓ سے بدظن ہو گئے اور ہر جگہ یہی ذکر لوگوں کی زبانوں پر رہنے لگا کہ ہم تو بڑے مزہ میں ہیں۔ باقی علاقوں کے لوگ بڑے بڑے دُکھوں میں ہیں بصرہ کے لوگ خیال کرتے کہ کوفہ اور مصر کے لوگ سخت تکلیف میں ہیں اور کوفہ کے لوگ سمجھتے کہ بصرہ اور مصر کے لوگ سخت دُکھ میں ہیں حالانکہ اگر وہ لوگ آپس میں ملتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ شریروں کی شرارت ہے۔ ورنہ ہر جگہ امن و امان ہے ہر جماعت دوسری جماعت کو مظلوم قرار دیتی تھی حالانکہ مظلوم کوئی بھی نہ تھا۔ اور ان سازشیوں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اپنے ہم خیالوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہ دیتے تھے تا راز ظاہر نہ ہو جائے +

آخر یہ فساد بڑھتے بڑھتے خیالات سے عمل کیطرف لوٹا۔ اور لوگوں نے یہ تجویز کی کہ ان گورنروں کو موقوف کروایا جائے۔ جن کو حضرت عثمان نے مقرر کیا ہے چنانچہ سب سے پہلے حضرت عثمان کے خلاف کوفہ کے لوگوں کو اکسایا گیا اور وہاں فساد ہو گیا۔ لیکن بعض بڑے آدمیوں کے سمجھانے سے فساد تو دب گیا۔ مگر فساد کے بانی سبائی نے فوراً ایک آدمی کو خط دیکر حمص روانہ کیا کہ وہاں جو جلاوطن تھے ان کو بُلا لائے۔ اور لکھا کہ جس حالت میں ہو فوراً چلے آؤ کہ مصری ہم سے مل گئے ہیں۔ وہ خط جب ان کو ملا تو باقیوں نے تو اسے رد کر دیا۔ لیکن مالک بن اشتر بگڑ کر فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور تمام راستہ میں لوگوں کو حضرت عثمان اور سعید بن العاص کے خلاف اُکساتا گیا اور ان کو سُناتا کہ میں مدینہ سے آرہا ہوں۔ راستہ میں سعید بن العاص کے ساتھ تھا وہ تمہاری عورتوں کی عصمت دری کرنا چاہتا ہے اور فخر کرتا ہے کہ مجھے اس کام سے کون روک سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان کی عیب جوئی کرتا جو لوگ حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کے واقف نہ تھے اور مدینہ آنا جانا ان کا کم تھا وہ دھوکے میں آتے جاتے تھے اور تمام ملک میں آگ بھڑکتی جاتی تھی عقلمند اور واقف لوگ سمجھاتے لیکن جوش میں کون کسی کی سُنتا ہے +

(اِس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود کے خلاف لوگ قسم قسم کے جھوٹ مشہور

کرتے تھے اور ایسے احمدی بھی جو قادیان کم آتے تھے ان کے دھوکے میں آجاتے تھے اب بھی ہمارے مخالف میری نسبت اور قادیان کے دوسرے دوستوں کی نسبت جھوٹی باتیں مشہور کرتے ہیں کہ سب اموال پر انہوں نے تصرف کر لیا ہے اور حضرت صاحب کو حقیقی نبی (جس کے معنے حضرت مسیح موعود نے تشریعی نبی کئے ہیں) مانتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے ان میں سے بعض ان کے فریب میں آجاتے ہیں) ایک رئیس نے مسجد کوفہ میں لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک تقریر کی۔ اور سمجھایا لیکن دوسرے لوگوں نے انہیں کہا کہ اب فتنہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ اب اس کا علاج سوائے تلوار کے کچھ نہیں۔ اس ناشکری کی سزا اب ان کو بھی ملے گی کہ یہ زمانہ بدل جائے گا۔ اور بعد میں یہ لوگ خلافت کے لوٹنے کی تمنا کرینگے لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہوگی۔ پھر سعید بن العاص ان کو سمجھانے گئے انہوں نے جواب دیا کہ ہم تجھ سے راضی نہیں۔ تیری جگہ پر اور گورنر طلب کرینگے انہوں نے کہا۔ کہ اس چھوٹی سی بات کے لئے اس قدر شور کیوں ہے۔ ایک آدمی کو خلیفہ کی خدمت میں بھیجدو کہ ہمیں یہ گورنر منظور نہیں وہ اور بھیجدیں گے۔ اس بات کے لئے اس قدر اجتماع کیوں ہے۔ یہ بات کہہ کر سعید نے اپنا اونٹ دوڑایا۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت عثمان کو سب حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا کسے گورنر بنانا چاہتے ہیں انہوں نے کہا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کو۔ فرمایا ہم نے ان کو گورنر مقرر کیا۔ اور ہم ان لوگوں کے پاس کوئی معقول عذر نہ رہنے دینگے۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ اطلاع ملی۔ تو آپ نے سب لوگوں کو جمع کر کے اس خبر سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا تو آپ ہمیں نماز پڑھائیں مگر انہوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب تک کہ تم آئندہ کے لئے توبہ نہ کرو۔ اور حضرت عثمانؓ کی اطاعت کا وعدہ نہ کرو۔ میں تمہاری امامت نہ کروں گا اور تم کو نماز نہ پڑھاؤں گا۔ انہوں نے وعدہ کیا تب آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔ لیکن فتنہ اس پر بھی ختم نہ ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں کی اصل غرض تو خلافت کا اڑانا تھا عمال وحکام کی تبدیلی تو صرف ایک بہانہ اور حضرت عثمانؓ کے مظالم (نعوذ باللہ) کے اظہار کا ایک ذریعہ تھی جس سے وہ لوگ جو مدینہ آتے جاتے نہ تھے

اور اس برگزیدہ اور پاک انسان کے حالات سے آگاہ نہ تھے۔ وہ دھوکے میں آجاتے تھے اور اگر وہ خود آکر حضرت عثمانؓ کو دیکھتے تو کبھی ان شریروں کے دھوکے میں نہ آتے اور اس فساد میں نہ پڑتے +

غرض یہ فتنہ دن بدن بڑھتا ہی گیا اور آخر حضرت عثمانؓ نے صحابہ کو جمع کیا اور دریافت کیا کہ اس فتنہ کے دُور کرنے کے لئے کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ اس پر مشورہ ہُوا۔ اور یہ تجویز ہوئی کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ حکام کی شکایت درست بھی ہے یا نہیں اور اس بات کے معلوم کرنے کے لئے تمام صوبوں میں کچھ ایسے آدمی بھیجے جائیں جو یہ معلوم کریں کہ آیا گورنر ظالم ہیں یا یونہی ان کے متعلق غلط خبریں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اس کام کے لئے جو آدمی بھیجے گئے۔ ان سب نے لکھ دیا کہ ہر ایک صوبہ میں اچھی طرح امن اور امان قائم ہے۔ گورنروں کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہے۔ لیکن عمار بن یاسر جو مصر میں بھیجے گئے تھے۔ ان کو عبداللہ بن سبا کے ساتھی پہلے ہی مل گئے اور اپنے پاس ہی ان کو رکھا اور لوگوں سے ملنے نہ دیا بلکہ ایسے ہی لوگوں سے ملایا جو اپنے ڈھب کے اور ہم خیال تھے۔ اور انھیں سارے جھوٹے قصے سُنائے اس لئے وہ ان کے دھوکے میں آگئے۔ یہ واقعہ اسی طرح ہُوا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ابوجہل کرتا تھا۔ کہ جب لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لئے آتے۔ تو وہ ان کو روکتا کہ اوّل تو اس کے پاس ہی نہ جاؤ۔ اور اگر جاتے ہی ہو۔ تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر جاؤ۔ تاکہ اس کی آواز تمہارے کانوں تک نہ پہنچے۔ اسی طرح عمار بن یاسر کو گورنر اور دوسرے امراء مصر سے ملنے ہی نہ دیا گیا +

ان لوگوں کے واپس آنے کے بعد جو تحقیقات کے لئے مختلف بلاد کی طرف بھیجے گئے تھے حضرت عثمانؓ نے مزید احتیاط کے طور پر ایک خط تمام ممالک کے مسلمانوں کی طرف لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ مجھے ہمیشہ سے مسلمانوں کی خیر خواہی مدنظر رہی ہے مگر میں شکایتیں سُنتا ہوں کہ بعض مسلمانوں کو بلاوجہ مارا جاتا ہے اور بعض کو بلاوجہ گالیاں دی جاتی ہیں اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ لوگ جن کو شکایت ہو۔ اس سال حج کے لئے جمع ہوں اور جو شکایات انھیں ہیں وہ پیش کریں خواہ میرے حکام کے خلاف ہوں خواہ میرے

خلاف ۔ میری جان حاضر ہے اگر مجھ پر کوئی شکایت ثابت ہو تو مجھ سے بدلہ لے لیں۔ جب یہ خط تمام ممالک کی مساجد میں سنایا گیا۔ تو شریروں پر تو کیا اثر ہونا تھا۔ مگر عام مسلمان اس خط کو سنکر بے تاب ہو گئے اور جب یہ خط سنایا گیا تو مساجد میں ایک کہرام مچ گیا۔ اور روتے روتے مسلمانوں کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور انھوں نے افسوس کیا کہ چند بدمعاشوں کی وجہ سے امیر المومنین کو اس قدر صدمہ ہوا ہے۔ اور سب جگہ پر حضرت عثمانؓ کے لئے دعا کی گئی۔ موسم حج کے قریب حضرت عثمانؓ نے تمام گورنروں کے نام خطوط لکھے کہ حج میں حاضر ہوں۔ چنانچہ سب گورنر حاضر ہوئے اور آپ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے انھوں نے کہا کہ شور تو کوئی نہیں بعض شریروں کی شرارت ہے اور آپ نے اکابر صحابہ کو بھیج کر خود دریافت کر لیا ہے کہ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں بلکہ تمام الزامات جھوٹے ہیں اسپر آپ نے فرمایا کہ اچھا آیندہ کے لئے کیا مشورہ دیتے ہو۔ سعید بن العاص نے کہا کہ یہ ایک خفیہ منصوبہ ہے جو الگ تیار کیا جاتا ہے اور پھر ایسے لوگوں کے کان بھر دیئے جاتے ہیں جو حالات سے ناواقف ہیں۔ اور اس طرح ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے تک بات پہنچتی جاتی ہے۔ پس علاج یہی ہے کہ اصل شریروں کو تلاش کر کے انھیں سزا دیجائے اور قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن سعد نے مشورہ دیا کہ آپ نرمی کرتے ہیں جب آپ لوگوں کو ان کے حقوق دیتے ہیں تو لوگوں سے ان حقوق کا مطالبہ بھی کریں جو انکے ذمہ واجب ہیں۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے علاقہ کے واقف ہونگے۔ میرے علاقہ میں تو کوئی شور ہی نہیں وہاں سے آپ نے کبھی کوئی فساد کی خبر نہ سنی ہوگی۔ اور جہاں شورش ہے وہاں کے متعلق میرا مشورہ یہی ہے کہ وہاں کے حکام انتظام کی مضبوطی پر زور دیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ آپ بہت نرمی کرتے ہیں اور آپ نے لوگوں کو ایسے حقوق دے دیئے ہیں جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نہ دیتے تھے۔ پس آپ اب لوگوں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ یہ دونوں کرتے تھے۔ اور جس طرح نرمی سے کام لیتے ہیں سختی کے موقعہ پر سختی سے بھی کام لیں۔ ان سب مشوروں کو سنکر حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کہ یہ فتنہ مقدر ہے اور مجھے اس کا سب حال معلوم ہے کوئی سختی اس فتنہ

کو روک نہیں سکتی۔ اگر روکے گی تو نرمی۔ پس تم لوگ مسلمانوں کے حقوق پوری طرح ادا کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کے قصور معاف کرو۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کو نفع پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ پس میرے لئے بشارت ہے اگر میں اسی طرح مر جاؤں اور فتنہ کا باعث نہ بنوں۔ لیکن تم لوگ یہ بات یاد رکھو کہ دین کے معاملہ میں نرمی نہ کرنا بلکہ شریعت کے قیام کی طرف پورے زور سے متوجہ رہنا۔ یہ کہکر سب حکام کو واپس روانہ کر دیا +

حضرت معاویہ جب روانہ ہونے لگے تو عرض کیا اے امیرالمومنین آپ میرے ساتھ شام کو چلے چلیں سب فتنوں سے محفوظ ہو جائینگے آپ نے جواب دیا۔ کہ معاویہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسایگی کو کسی چیز کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ خواہ میرے چمڑے کی رسیاں ہی کیوں نہ بنا دی جائیں۔ اس پر حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ آپ یہ بات نہیں مانتے تو میں ایک لشکر سپاہیوں کا بھیج دیتا ہوں جو آپ کی اور مدینہ کی حفاظت کریگے آپ نے فرمایا کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایک لشکر رکھ کر مسلمانوں کے رزق میں کمی نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ امیرالمومنین خدا کی قسم آپ کو شریر لوگ دھوکے سے قتل کر دینگے یا آپ کے خلاف جنگ کرینگے۔ آپ ایسا ضرور کریں لیکن آپنے یہی جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا خدا میرے لئے کافی ہے۔ پھر حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر یہ کریں کہ شرارتی لوگوں کو بڑا گھمنڈ بعض اکابر صحابہ پر ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے بعد وہ کام سنبھال لینگے اور ان کا نام لیکر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ آپ ان سب کو مدینہ سے رخصت کر دیں اور دور دراز ملکوں میں پھیلا دیں۔ شریروں کی کمریں ٹوٹ جائینگی۔ آپ نے فرمایا کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا تھا۔ میں تو انھیں جلاوطن نہیں کر سکتا۔ اس پر حضرت معاویہ رو پڑے اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے اس فتنہ کے لئے منشائے الٰہی ہو چکا ہے۔ اور اے امیرالمومنین شاید یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے۔ اس لئے ایک عرض میں آخر میں اور کرتا ہوں کہ اگر آپ اور کچھ بھی نہیں کرتے تو اتنا کریں کہ اعلان کر دیں کہ میرے خون کا بدلہ معاویہ لیگا۔ (یعنے بصورت آپ کے شہید ہونے کے) آپ نے فرمایا کہ معاویہ تمہاری طبیعت تیز ہے۔

مَیں ڈرتا ہوں کہ تم مسلمانوں پر سختی کرو گے۔ اس لئے میں یہ اعلان بھی نہیں کر سکتا۔ پھر روتے روتے حضرت معاویہ آپ سے جُدا ہوئے اور مکان سے نکلتے ہوئے یہ کہتے گئے کہ لوگو ہوشیار رہنا۔ اگر اس بوڑھے (یعنے حضرت عثمانؓ) کا خون ہُوا تو تم لوگ بھی اپنی سزا سے نہیں بچوگے +

اس واقعہ پر ذرا غور کرو اور دیکھو اس انسان کے جسکی نسبت اس قدر بدیاں مشہور کی جاتی تھیں کیا خیالات تھے اور وہ مسلمانوں کا کتنا خیر خواہ تھا اور ان کی بہتری کے لئے کس قدر متفکر رہتا تھا اور کیوں نہ ہوتا۔ آپ وہ تھے کہ جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں بیاہ دی تھیں۔ اور جب دونوں فوت ہو گئیں تو فرمایا تھا کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی۔ تو اس کو بھی میں ان سے بیاہ دیتا۔ افسوس ۔لوگوں نے اسے خود آکر نہ دیکھا اور اس کے خلاف شور کرکے دین و دُنیا سے کھوئے گئے +

جب مفسدوں نے دیکھا کہ اب حضرت عثمان نے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ اور اس طرح ہمارے منصوبوں کے خراب ہو جانے کا خطرہ ہے تو انھوں نے فوراً اِدھر اُدھر خطوط دوڑا کر اپنے ہم خیالوں کو جمع کیا کہ مدینہ چل کر حضرت عثمان سے روبرو بات کریں۔ چنانچہ ایک جماعت جمع ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کو ان کے ارادہ کی پہلے سے ہی اطلاع ہو چکی تھی۔ آپ نے دو معتبر آدمیوں کو روانہ کیا کہ انہیں ملکر دریافت کریں کہ ان کا منشا کیا ہے۔ ان دونوں نے مدینہ سے باہر جا کر ان سے ملاقات کی۔ اور ان کا عندیہ دریافت کیا۔ انھوں نے اپنا منشا ان کے آگے بیان کیا پھر انھوں نے پوچھا کہ کیا مدینہ والوں میں سے بھی کوئی تمہارے ساتھ ہے تو انھوں نے کہا کہ صرف تین آدمی مدینہ والوں سے ہمارے ساتھ ہیں ان دونوں نے کہا کہ کیا صرف تین آدمی تمہارے ساتھ ہیں انھوں نے کہا ہاں صرف تین ہمارے ساتھ ہیں (اب بھی موجودہ فتنہ میں قادیان کے صرف تین چار آدمی ہی پیغام والوں کے ساتھ ملے ہیں یا دو تین ایسے آدمی جو مؤلفۃ القلوب میں داخل تھے اور جو بعد میں پیغام والوں سے بھی جُدا ہو گئے) انھوں نے دریافت کیا کہ پھر تم کیا کرو گے۔ ان مفسدوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم حضرت عثمانؓ سے وہ باتیں دریافت کرینگے جو پہلے ہم نے ان کے

خلاف لوگوں کے دلوں میں بٹھائی ہوئی ہیں پھر ہم واپس جاکر تمام ملکوں میں مشہور کرینگے کہ ان باتوں کے متعلق ہم نے (حضرت) عثمان رضؓ سے ذکر کیا لیکن اس نے ان کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور توبہ نہیں کی۔ اس طرح لوگوں کا دل ان کی طرف سے بالکل پھیر کر ہم حج کے بہانہ سے پھر لوٹیں گے اور آکر محاصرہ کرینگے۔ اور عثمان رضؓ سے خلافت چھوڑ دینے کا مطالبہ کرینگے۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دینگے۔ ان دونوں مخبروں نے ان سب باتوں کی اطلاع آنکہ حضرت عثمان کو دی تو آپ ہنسے اور دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں پر رحم کر۔ اگر تو ان پر رحم نہ کریگا تو یہ بدبخت ہو جائینگے پھر آپنے کوفیوں اور بصریوں کو بلوایا اور مسجد میں نماز کے وقت جمع کیا اور آپ منبر پر چڑھ گئے اور آپ کے ارد گرد وہ مفسد بیٹھ گئے۔ جب صحابہ کو علم ہوا تو سب مسجد میں آکر جمع ہو گئے اور ان مفسدوں کے گرد حلقہ کر لیا۔ پھر آپنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور ان لوگوں کا حال سنایا اور ان دونوں آدمیوں نے جو حال دریافت کرنے گئے تھے سب واقعہ کا ذکر کیا۔ اس پر صحابہ نے بالاتفاق باآواز بلند پکار کر کہا کہ ان کو قتل کر دو۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنی یا کسی اور کی خلافت کے لئے لوگوں کو بلائے اور اس وقت لوگوں میں ایک امام موجود ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اور تم ایسے شخص کو قتل کر دو۔ اور حضرت عمرؓ کا بھی یہی فتوےٰ ہے اسپر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نہیں ہم معاف کرینگے اور اس طرح انکی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرینگے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ بعض باتیں بیان کرتے ہیں وہ ایسی باتیں ہیں کہ تم بھی جانتے ہو لیکن فرق یہ ہے کہ یہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں نماز قصر نہیں کی حالانکہ پہلے ایسا نہ ہوتا تھا۔ سنو میںنے نماز ایسے شہر میں پوری پڑھی ہے جس میں کہ میری بیوی تھی۔ کیا اسی طرح نہیں ہوا۔ سب صحابہ نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے پھر فرمایا یہ لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اس نے رکھ بنائی ہے حالانکہ اس سے پہلے رکھ نہ بنائی جاتی تھی مگر یہ بات بھی غلط ہے حضرت عمرؓ کے وقت سے رکھ کا انتظام ہے ہاں جب صدقات کے اونٹ زیادہ ہو گئے تو میںنے رکھ کو اور بڑھا دیا۔ اور یہ دستور بھی حضرت عمرؓ کے وقت سے چلا آیا ہے۔ باقی میرے اپنے پاس تو صرف دو اونٹ ہیں۔ اور بھیڑ اور بکری بالکل نہیں

حالانکہ جب میں خلیفہ ہوا تھا تو میں تمام عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں والا تھا۔ لیکن آج میرے پاس نہ بکری ہے نہ اونٹ سوائے ان دو اونٹوں کے۔ کہ یہ بھی صرف حج کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ بات درست نہیں سب صحابہ نے عرض کیا کہ بالکل درست ہے پھر فرمایا کہ یہ لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ قرآن کئی صورتوں میں تھا میں نے اسے ایک صورت پر لکھوا دیا ہے۔ سنو! قرآن ایک ہے اور ایک خدا کی طرف سے آیا ہے اور اس بات میں میں سب صحابہ کی رائے کا تابع ہوں۔ یعنے کوئی نئی بات نہیں کی۔ کیا یہ بات درست نہیں۔ سب صحابہ نے عرض کیا کہ بالکل درست ہے اور یہ لوگ واجب القتل ہیں ان کو قتل کیا جائے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمان رضؓ نے ان کے سب اعتراضوں کا جواب دیا اور صحابہ نے ان کی تصدیق کی۔ اس کے بعد بہت بحث ہوئی۔ صحابہ اصرار کرتے تھے کہ ان شریروں کو قتل کیا جائے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور ان کو معاف کر دیا۔ اور وہ لوگ واپس چلے گئے +

مدینہ سے واپسی پر ان مفسدوں نے سوچا کہ اب دیر کرنی مناسب نہیں۔ بات بہت بڑھ چکی ہے۔ اور لوگ جوں جوں اصل واقعات سے آگاہ ہونگے ہماری جماعت کمزور ہوتی جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے فوراً خطوط لکھنے شروع کر دیئے کہ اب کے حج کے موسم میں ہمارے سب ہم خیال مل کر مدینہ کی طرف چلیں۔ لیکن ظاہر یہ کریں کہ ہم حج کے لئے جاتے ہیں +

چنانچہ ایک جماعت مصر سے۔ ایک کوفہ سے۔ ایک بصرہ سے ارادہ حج ظاہر کرتی ہوئی مدینہ کی طرف سے ہوتی۔ مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اور تمام لوگ بالکل بے فکر تھے اور کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ کیا منصوبہ سوچا گیا ہے بلکہ راستہ میں لوگ ان کو حاجی خیال کر کے خوب خاطر و مدارات بھی کرتے۔ لیکن بعض لوگوں کے منہ سے بعض باتیں نکل جاتی ہیں۔ چنانچہ کسی نہ کسی طرح سے ان لوگوں کی نیت ظاہر ہو گئی۔ اور اہل مدینہ کو ان کی آمد کا اور نیت کا علم ہو گیا۔ اور چاروں طرف قاصد دوڑائے گئے کہ اس نیت سے ایک جماعت مدینہ کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے چنانچہ آس پاس جہاں جہاں صحابہ مقیم تھے

وہاں سے تیزی کیساتھ مدینہ میں آ گئے۔ اور دیگر قابل شمولیت جنگ مسلمان بھی مدینہ میں اکٹھے ہو گئے اور ان مفسدوں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ایک لشکر جرار مدینہ میں جمع ہو گیا جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے۔ اور انہیں اس بات کی خبر ہو گئی۔ کہ مسلمان بالکل تیار ہیں اور انکی شرارت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تو انھوں نے چند آدمی پہلے مدینہ بھیجے کہ اُمہات المومنین اور صحابہ سے مل کر ان کی ہمدردی حاصل کریں چنانچہ مدینہ میں آ کر ان لوگوں نے فرداً فرداً امہات المومنین کی ملاقات کی۔ لیکن سب نے ان سے بیزاری ظاہر کی۔ پھر یہ لوگ تمام صحابہ سے ملے لیکن کسی نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور صاف کہدیا کہ تم لوگ شرارتی ہو۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں مل سکتے۔ اور نہ تم کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد مصری حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ آپ ہماری بیعت قبول کریں اس پر حضرت علیؓ نے ان کو دھتکار دیا اور کہا کہ نیک لوگ جانتے ہیں کہ مروہ اور ذی خشب کے لشکر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے (یہ وہ مقامات ہیں جہاں مدینہ کے باہر باغیوں کا لشکر اُترا تھا) اسی طرح بصرہ کے لوگ طلحہؓ کے پاس گئے اور ان سے ان کا سردار بننے کے لئے کہا لیکن انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ مروہ اور ذی خشب کے لشکروں پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کوفہ کے لوگ حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے بھی درخواست کی۔ لیکن انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ میرے پاس سے دُور ہو جاؤ میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مروہ۔ ذی خشب اور اعوص کے لشکروں پر لعنت کی ہے جب باغی سب طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو انھوں نے یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ ان کی اصل غرض تو بعض عاملوں کا تبدیل کروانا ہے۔ انکو تبدیل کر دیا جائے تو ان کو پھر کوئی شکایت نہ رہیگی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کو اپنی شکایت پیش کرنے کی اجازت دی۔ اور انھوں نے بعض گورنروں کے بدلنے کی درخواست کی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست قبول کی اور ان کے کہنے سے

مطابق محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا اور حکم جاری کر دیا کہ مصر کا گورنر اپنا کام محمد بن ابی بکر کے سپرد کر دے۔ اسی طرح بعض اور مطالبات انھوں نے کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بیت المال میں سے سوائے صحابہ کے دوسرے اہل مدینہ کو ہرگز کوئی روپیہ نہ دیا جایا کرے یہ خالی بیٹھے کیوں فائدہ اُٹھاتے ہیں (جس طرح آجکل بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض لوگ قادیان میں یونہی بیٹھے رہتے ہیں اور لنگر سے کھانا کھاتے ہیں ان کے کھانے بند کرنے چاہئیں مگر جس طرح پہلوں نے اصل حکمت کو نہیں سمجھا ان معترضوں نے بھی نہیں سمجھا) غرض انھوں نے بعض مطالبات کئے جو حضرت عثمانؓ نے قبول کئے اور وہ لوگ یہ منصوبہ کرکے کہ اس وقت تو مدینہ کے لوگ چوکس نکلے اور مدینہ لشکر سے بھرا ہُوا ہے۔ اس لئے واپس جانا ہی ٹھیک ہے لیکن فلاں دن اور فلاں وقت تم لوگ اچانک مدینہ کی طرف واپس لوٹو۔ اور اپنے مدّعا کو پورا کردو۔ جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو جس قدر لوگ مدینہ میں جمع ہو گئے تھے سب اپنے اپنے کاموں کے لئے متفرق ہو گئے۔ اور ایک دن اچانک ان باغیوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو گیا اور تمام گلیوں میں اعلان کر دیا کہ جو شخص خاموش رہے گا اسے امن دیا جائے گا۔ چنانچہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور اس اچانک حملہ کا مقابلہ نہ کر سکے کیونکہ اگر کوئی شخص کوشش کرتا بھی رہتا تو اکیلا کیا کر سکتا تھا اور مسلمانوں کو آپس میں ملنے کی اجازت نہ دیتے تھے سوائے اوقات نماز کے کہ اس وقت بھی عین نماز کے وقت جمع ہونے دیتے اور پھر پراگندہ کر دیتے اس شرارت کو دیکھ کر بعض صحابہ ان لوگوں کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے انھوں نے کہا کہ ہم تو یہاں سے چلے گئے تھے لیکن راستہ میں ایک غلام حضرۃ عثمان رضؓ کا ملا۔ اس کی طرف سے ہمیں شک ہُوا ہم نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس ایک خط نکلا جو گورنر مصر کے نام تھا اور جس میں ہم سب کے قتل کا فتویٰ تھا۔ اس لئے ہم واپس آگئے ہیں کہ یہ دھوکا ہم سے کیوں کیا گیا ہے۔ ان صحابہ نے ان سے کہا کہ تم یہ تو ہمیں بتاؤ کہ خط تو مصریوں کو ملا تھا اور تم تینوں جماعتوں (یعنے کوفیوں۔ بصریوں اور مصریوں) کے راستے الگ الگ تھے اور تم کئی منزلیں ایک دوسرے سے دُور تھے

پھر ایک ہی وقت میں اس قدر جلد تینوں جماعتیں واپس مدینہ میں کیونکر آگئیں اور باقی جماعتوں کو کیونکر معلوم ہؤا کہ مصریوں کو اس مضمون کا کوئی خط ملا ہے یہ تو صریح فریب ہے جو تم لوگوں نے بنایا ہے۔ انھوں نے کہا کہ فریب سمجھو یا درست سمجھو ہمیں عثمان رضؓ کی خلافت منظور نہیں وہ خلافت سے الگ ہو جائیں اس کے بعد مصری حضرۃ علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اب تو اس شخص کا قتل جائز ہو گیا ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں اور عثمانؓ کا مقابلہ کریں۔ حضرت علی رضؓ نے بھی ان کو یہی جواب دیا کہ تم جو واقعہ سُناتے ہو وہ بالکل بناوٹی ہے کیونکہ اگر تمہارے ساتھ ایسا واقعہ گزرا تھا تو بصری اور کوفی کس طرح تمہارے ساتھ ہی مدینہ میں آگئے۔ ان کو اس واقعہ کا کس طرح علم ہؤا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پہلے سے ہی منصوبہ بنا رکھا تھا چلے جاؤ۔ خدا تعالےٰ تمہارا بُرا کرے میں تمہارے ساتھ نہیں مِل سکتا۔ (مصری لوگ خط ملنے کا جو وقت بتاتے تھے اس میں اور ان کے مدینہ میں واپس آنے کے درمیان اس قدر قلیل وقت تھا کہ اس عرصہ میں بصریوں اور کوفیوں کو خبر ملکر وہ واپس مدینہ میں نہیں آسکتے تھے پس صحابہ نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مدینہ سے جاتے وقت پہلے سے ہی منصوبہ کر گئے تھے کہ فلاں دن مدینہ پہنچ جاؤ اور خط کا واقعہ صرف ایک فریب تھا) جب حضرت علیؓ کا یہ جواب ان باغیوں نے سُنا تو ان میں سے بعض بول اُٹھے کہ اگر یہ بات ہے تو آپ ہمیں پہلے خفیہ خط کیوں لکھا کرتے تھے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی خط تم لوگوں کو نہیں لکھا آپ کا یہ جواب سُنکر وہ آپس میں کہنے لگے کہ کیا اس شخص کی خاطر تم لوگ لڑتے پھرتے ہو (یعنے پہلے تو اس نے ہمیں خط لکھ کر اُکسایا اور اب اپنی جان بچاتا ہے) +

اس گفتگو سے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ باغی جھوٹے خط بنانے کے پکے مشاق تھے اور لوگوں کو حضرت علی کی طرف سے خط بنا کر سُناتے رہتے تھے کہ ہماری مدد کے لئے آؤ۔ لیکن جب حضرت علی رضؓ کے سامنے بعض ان لوگوں نے جو اس فریب میں شامل نہ تھے خطوں کا ذکر کر دیا۔ اور آپ نے انکار کیا تو پھر ان شریروں نے جو اس فریب کے مرتکب تھے یہ بہانہ بنایا کہ گویا حضرت علی رضؓ نعوذ باللہ پہلے خط لکھ کر اب خوف کے

مارے ان سے انکار کرتے ہیں حالانکہ تمام واقعات ان کے اس دعویٰ کی صریح تردید کرتے ہیں اور حضرت علی کا رویہ شروع سے بالکل پاک نظر آتا ہے لیکن یہ سب فساد اسی بات کا نتیجہ تھا کہ ان مفسدوں کے پھندے میں آئے ہوئے لوگ حضرت علی سے بھی واقف نہ تھے +

الغرض حضرت علیؓ کے پاس سے ناامید ہو کر یہ لوگ حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے یہ خط لکھا آپ نے فرمایا کہ شریعت اسلام کے مطابق دو طریق ہیں یا تو یہ کہ دو گواہ تم پیش کرو کہ یہ کام میرا ہے۔ یا یہ کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ تحریر ہرگز میری نہیں اور نہ میں نے کسی سے لکھوائی اور نہ مجھے اس کا علم ہے اور تم جانتے ہو کہ لوگ جھوٹے خط لکھ لیتے ہیں اور مہروں کی بھی نقلیں بنا لیتے ہیں مگر اس بات پر بھی ان لوگوں نے شرارت نہ چھوڑی اور اپنی ضد پر قائم رہے +

اس واقعہ سے بھی ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مدینہ کے لوگ ان کے ساتھ شامل نہ تھے کیونکہ اگر مدینہ میں سے بعض لوگ ان کی شرارت میں حصہ دار ہوتے تو ان کے لئے دو جھوٹے گواہ بنا لینے کچھ مشکل نہ تھے لیکن ان کا اس بات سے عاجز آ جانا بتاتا ہے کہ مدینہ میں سے دو آدمی بھی ان کے ساتھ نہ تھے (سوائے ان تین آدمیوں کے جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں مگر ان میں سے محمدؐ بن ابی بکر تو ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ مدینہ میں نہ تھے اور صرف عمار اور محمدؐ بن ابی حذیفہ مدینہ میں تھے لیکن یہ دونوں بھی نیک آدمی تھے اور صرف ان کی فریب دینے والی باتوں کے دھوکے میں آئے ہوئے تھے) اور یہ لوگ اپنے میں گواہ نہیں بنا سکتے تھے کیونکہ یہ لوگ مدینہ میں موجود نہ تھے ان کی گواہی قابل قبول نہ تھی +

گو ہر طرح ان لوگوں کو ذلت پہنچی لیکن انھوں نے اپنی کارروائی کو ترک نہ کیا اور برابر مدینہ کا محاصرہ کئے پڑے رہے۔ شروع شروع میں تو حضرت عثمان رضہ کو بھی اور باقی اہل مدینہ کو بھی مسجد میں نماز کے لئے آنے کی اجازت انھوں نے دیدی تھی۔ اور حضرت عثمان رضہ بڑی دلیری سے ان لوگوں میں آکر نماز پڑھاتے۔ لیکن باقی اوقات میں ان لوگوں کی جماعتیں مدینہ کی گلیوں میں پھرتی رہتیں اور اہل مدینہ کو آپس میں کہیں جمع نہ ہونے

دیتیں تاکہ وہ ان پر حملہ آور نہ ہوں جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمان جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ کہ اے دشمنانِ اسلام مدینہ کے لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہاری نسبت پیشگوئی کی ہے اور تم پر لعنت کی ہے پس تم نیکیاں کر کے اپنی بدیوں کو مٹاؤ۔ کیونکہ بدیوں کو سوائے نیکیوں کے اور کوئی چیز نہیں مٹاتی۔ اس پر محمد بن سلمہ رض کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں لیکن حکیم بن جبلہ (وہی چور جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) نے ان کو بٹھا دیا پھر زید بن ثابت رض کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا مجھے قرآن کریم دو (نکا منشا بھی ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کا تھا) مگر باغیوں میں سے ایک شخص نے ان کو بھی بٹھا دیا اور پھر اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو صحابہ اسی طرح گواہی دے دیکر ہمارا ملعون اور خلاف قرآن امور پر عامل ہونا ظاہر کر دیں پتھر مار مار کر صحابہ کو مسجد سے باہر نکال دیا اور اس کے بعد عثمان رض پر پتھر پھینکنے شروع کئے جن کے صدمہ سے وہ بیہوش ہو کر زمین پر جا پڑے جس پر بعض لوگوں نے آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دیا۔ جب صحابہ کو حضرت عثمان رض کا حال معلوم ہوا تو باوجود اس بے بسی کی حالت کے ان میں سے ایک جماعت لڑنے کے لئے تیار ہو گئی۔ جن میں ابو ہریرہ زید بن ثابت کاتب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسن بھی تھے۔ جب حضرت عثمان رض کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے اُن کو قسم دیکر کہلا بھیجا کہ جانے دو اور ان لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ با دل ناخواستہ یہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے اور حضرت علی رض حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض نے آپ کے گھر پر جا کر اس واقعہ کا بہت افسوس کیا۔ اس واقعہ کے بعد بھی حضرت عثمان نماز پڑھاتے رہے لیکن محاصرہ کے تیسویں دن مفسدوں نے آپ کو نماز کے لئے نکلنے سے بھی روک دیا۔ اور اہلِ مدینہ کو بھی دق کرنا شروع کیا۔ اور جو شخص ان کی خواہشات کے پورا کرنے میں مانع ہوتا اسے قتل کر دیتے اور مدینہ کے لوگوں میں کوئی شخص بغیر تلوار لگائے کے باہر نہ نکل سکتا کہ کہیں اس کو یہ لوگ ایذا نہ پہنچائیں۔ انہی دنوں میں کہ حضرت عثمان رض خود نماز پڑھاتے تھے۔ آخری جمعہ میں آپ نماز پڑھانے لگے تو ایک خبیث نے آپ کو گالی دیکر کہا کہ اُتر ممبر سے اور آپ کے ہاتھ میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا وہ چھین لیا اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا لیکن اللہ تعالٰے نے اس کو یہ سزا دی کہ اس کے گھٹنے میں کیڑے پڑ گئے۔ اسکے بعد حضرت عثمان رض صرف ایک یا دو دفعہ نکلے۔ پھر نکلنے کی ان باغیوں نے اجازت نہ دی۔ ان محاصرہ کے دنوں میں حضرت عثمان رض نے ایک شخص کو بلوایا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک چاہتے ہیں یا تو یہ کہ آپ خلافت ترک کر دیں۔ اور یا یہ کہ آپ پر جو الزام لگائے جاتے ہیں ان کے بدلہ میں آپ سے قصاص لیا جائے۔ اگر ان دونو باتوں میں سے آپ ایک بھی نہ مانینگے تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دینگے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی اور تجویز نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا نہیں۔ اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ خلافت تو میں چھوڑ نہیں سکتا یہ قمیص خدا تعالٰے نے مجھے پہنائی ہے اسے تو میں ہرگز نہیں اُتارونگا۔ مجھے اپنا قتل ہونا اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں خدا تعالٰے کی پہنائی ہوئی قمیص کو اُتار دوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑنے مرنے دوں۔ باقی رہا قصاص کا معاملہ۔ سو مجھ سے پہلے دونوں خلیفوں سے کبھی ان کے کاموں کے بدلہ میں قصاص نہیں لیا گیا۔ باقی رہا یہ کہ وہ مجھے قتل کر دینگے سو یاد رکھو کہ اگر وہ مجھے قتل کر دینگے تو اس دن کے بعد سب مسلمان کبھی ایک مسجد میں نماز نہیں ادا کرینگے اور کبھی سب مسلمان ملکر ایک دشمن کا مقابلہ نہیں کرینگے۔ اور نہ مسلمانوں کا اتحاد قائم رہیگا (چنانچہ تیرہ ۱۳۰۰ سو سال کے واقعات اس قول کی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں)؛

اس کے بعد ان مفسدوں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص نہ حضرت عثمان رض کے پاس جائے نہ اپنے مکان سے باہر نکل سکے۔ چنانچہ جب یہ حکم دیا تو اس وقت ابن عباس رض اندر تھے جب انھوں نے نکلنا چاہا تو لوگوں نے ان کو باہر نکلنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن اتنے عرصہ میں محمد بن ابی بکر رض آگئے اور انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ ان کو جانے دو۔ جس پر انھوں نے انھیں نکلنے کی اجازت دے دی۔ اسکے بعد محاصرہ سخت ہو گیا اور کسی شخص کو اندر جانے کی اجازت نہ دی جاتی۔ حتّٰی کہ حضرت عثمان رض اور آپ کے گھر والوں کے لئے پانی تک لیجانے کی اجازت نہ تھی اور پیاس کی شدت سے وہ سخت تکلیف اُٹھاتے تھے۔ جب نوبت یہاں تک

پہنچ گئی تو حضرت عثمان رضؓ نے اپنی دیوار پر چڑھ کر اپنے ایک ہمسایہ کے لڑکے کو حضرت علی رضؓ
حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ اور امہات المؤمنین کے پاس بھیجا کہ ہمارے لئے پانی کا
کوئی بندوبست کرو۔ اس پر حضرت علی رضؓ فوراً پانی کی ایک مشک لے کر گئے لیکن ہر چند
انھوں نے کوشش کی مفسدوں نے ان کو پانی پہنچانے یا اندر جانے کی اجازت نہ دی۔
اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ کیا طریق ہے۔ نہ مسلمانوں کا طریق ہے نہ کفار کا۔ رومی اور ایرانی
بھی اپنے دشمن کا کھانا اور پینا بند نہیں کرتے۔ تم لوگوں کو خوف خدا بھی اس حرکت سے
نہیں روکتا۔ انھوں نے کہا کہ خواہ کچھ ہو۔ اس کے پاس ایک قطرہ پانی نہیں پہنچنے دینگے جس
پر حضرت علی رضؓ نے اپنی پگڑی حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں پھینک دی۔ تا ان کو معلوم ہو جائے
کہ آپ نے تو بہت کوشش کی۔ لیکن لوگوں نے آپ تک اُن کو پہنچنے نہ دیا۔ اسی طرح رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضؓ عنہا کو جب علم ہوا تو آپ بھی خلیفہ
کی مدد کے لئے گھر سے تشریف لائیں لیکن ان بدبختوں نے آپ سے وہ سلوک کیا کہ جو ہمیشہ
کے لئے اُن کے لئے باعثِ لعنت رہے گا۔ اوّل تو انھوں نے اس خچر کو بدکا دیا جس پر آپ
سوار تھیں۔ اور جب آپ نے کہا کہ حضرت عثمان رضؓ کے پاس بنو امیہ کے یتامیٰ اور بیواؤں
کے اموال کے کاغذات ہیں۔ ان کی وفات کے ساتھ ہی یتامیٰ اور بیواؤں کے مال
ضائع ہو جائینگے۔ اس کے لئے تو مجھے جانے دو کہ کوئی انتظام کروں تو انھوں نے کہا کہ
تو جھوٹ بولتی ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اور پھر تلوار مار کر آپ کی خچر کا تنگ توڑ دیا اور
قریب تھا کہ وہ اس انبوہ میں گر کر شہید ہو جائیں اور بے پردہ ہوتیں کہ بعض سچے مسلمانوں
نے آگے بڑھ کر آپ کو سنبھالا۔ اور حفاظت سے آپ کے گھر پہنچا دیا۔ اس خبر کے پہنچتے
ہی حضرت عائشہ حج کے لئے چل پڑیں اور جب بعض لوگوں نے آپ کو روکا کہ آپ کے
یہاں رہنے سے شاید فساد میں کچھ کمی ہو تو انھوں نے کہا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ہر طرح
اس فساد کو روکتی۔ لیکن کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی دوسری بیوی ام حبیبہ رضؓ کے ساتھ ہوا ہے اور اس وقت میرے بچانے والا
بھی کوئی نہ ہو۔ خدا کی قسم میں اپنے آپ کو ایسے خطرہ میں نہ ڈالونگی کہ میرے ننگ و ناموس

بر حرف آئے +

ان باغیوں نے جب دیکھا کہ ان کی طرف سے فساد کی کوئی راہ نہیں نکلتی تو آپ کے گھر پر پتھر مارنے شروع کئے تا کوئی ناراض ہو کر ان پر بھی حملہ کر دے تو ان کو عذر ملجائے کہ ہم پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس لئے ہم نے بھی حملہ کیا۔ پتھروں کے پڑنے پر حضرت عثمانؓ نے آواز دی کہ اے لوگو خدا سے ڈرو۔ دشمن تو تم میرے ہو۔ اور اس گھر میں تو میرے سوا اور لوگ بھی ہیں ان کو کیوں تکلیف دیتے ہو ان بدبختوں نے جواب دیا کہ ہم پتھر نہیں مارتے یہ پتھر خدا کی طرف سے تمہارے اعمال کے بدلے میں پڑ رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے تمہارے پتھر تو کبھی ہمیں لگتے ہیں اور کبھی نہیں لگتے۔ اور خدا تعالےٰ کے پتھر تو خالی نہیں جایا کرتے وہ تو نشانہ پر ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ فساد کو اس قدر بڑھتا ہوا دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ مدینہ کے لوگوں کو بیچ میں سے ہٹاؤں تاکہ میرے ساتھ یہ بھی تکلیف میں نہ پڑیں چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اے اہل مدینہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور میرے مکان کے پاس نہ آیا کرو۔ اور میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میری اس بات کو مان لو۔ اس پر وہ لوگ بادل نخواستہ اپنے گھروں کیطرف چلے گئے لیکن اس کے بعد چند نوجوانوں کو پہرہ کے لئے انھوں نے مقرر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے جب صحابہ کی اس محبت کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ اگر کوئی فساد ہوا تو صحابہ اور اہل مدینہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال دینگے۔ لیکن خاموش نہ رہیں گے تو انھوں نے اعلان کیا کہ حج کا موسم ہے لوگوں کو حسب معمول حج کے لئے جانا چاہیئے اور عبداللہ بن عباسؓ کو جو ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے آپ کا دروازہ نہیں چھوڑا تھا۔ فرمایا کہ تم کو میں حج کا امیر مقرر کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا اے امیرالمؤمنین خدا کی قسم یہ جہاد مجھے حج سے بہت زیادہ پیارا ہے مگر آپ نے ان کو مجبور کیا کہ فوراً چلے جائیں اور حج کا انتظام کریں۔ اس کے بعد اپنی وصیت لکھ کر حضرت زبیرؓ کے پاس بھجوا دی اور ان کو بھی رخصت کیا۔ چونکہ حضرت ابوبکرؓ کے چھوٹے لڑکے محمدؐ ان باغیوں کے فریب میں آئے ہوئے تھے ان کو ایک عورت نے کہلا بھیجا کہ شمع سے نصیحت حاصل کرو وہ خود جلتی ہے اور دوسروں کو روشنی دیتی ہے پس ایسا نہ کرو کہ خود گنہگار ہو کر

ان لوگوں کے لئے خلافت کی مسند خالی کرو جو گنہگار نہیں۔خوب یاد رکھو کہ جس کام کے لئے تم کوشش کر رہے ہو وہ کل دوسروں کے ہاتھ میں جائے گا۔اور اس وقت آج کا عمل تمہارے لئے باعثِ حسرت ہوگا۔لیکن ان کو اس جوش کے وقت اس نصیحت کی قدر معلوم نہ ہوئی ؛

غرض اِدھر تو حضرت عثمان رضؓ اہل مدینہ کی حفاظت کے لئے ان کو ان باغیوں کا مقابلہ کرنے سے روک رہے تھے اور اُدھر آپ کے بعض خطوط سے مختلف علاقوں کے گورنروں کو مدینہ کے حالات کا علم ہوگیا تھا اور وہ چاروں طرف سے لشکر جمع کر کے مدینہ کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔اسی طرح حج کے لئے جو لوگ جمع ہوئے تھے ان کو جب معلوم ہُوا۔تو انھوں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ حج کے بعد مدینہ کی طرف سب لوگ جائیں اور ان باغیوں کی سرکوبی کریں۔جب ان حالات کا علم باغیوں کو ہُوا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ یہ غلطی جو ہم سے ہوئی ہے کہ ہم نے اس طرح خلیفہ کا مقابلہ کیا ہے اس سے پیچھے ہٹنے کا اب کوئی راستہ نہیں۔پس اب یہی صورت نجات کی ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو؛

جب انھوں نے یہ ارادہ کر کے حضرت عثمان رضؓ کے مکان پر حملہ کیا تو صحابہ تلواریں کھینچ کر حضرت عثمان رضؓ کے دروازہ پر جمع ہوگئے۔مگر حضرت عثمان رضؓ نے ان کو منع کیا اور کہا کہ تم کو میں اپنی مدد کے عہد سے آزاد کرتا ہوں تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ لیکن اس خطرناک حالت میں حضرت عثمان رضؓ کو تنہا چھوڑ دینا انھوں نے گوارا نہ کیا اور واپس لوٹنے سے صاف انکار کر دیا۔اس پر وہ اَسّی سالہ بوڑھا جو ہمت میں بہادر جوانوں سے زیادہ تھا ہاتھ میں تلوار لیکر اور ڈھال پکڑ کر اپنے گھر کا دروازہ کھولکر مردانہ وار صحابہ کو روکنے کے لئے اپنے خون کے پیاسہ دشمنوں میں نکل آیا۔اور آپ کے اس طرح باہر نکل آنے کا یہ اثر ہُوا کہ مصری جو اس وقت حملہ کر رہے تھے اُلٹے پاؤں لوٹ گئے اور آپ کے سامنے کوئی نہ ٹھہرا۔آپ نے صحابہ کو بہت روکا لیکن انھوں نے کہا کہ اس معاملہ میں ہم آپ کی بات نہ مانینگے کیونکہ آپ کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔آخر حضرت عثمان رضؓ ان کو اپنے گھر میں لے آئے اور پھر دروازہ بند کر لیا۔اس وقت صحابہ نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر آج آپ کے کہنے پر ہم لوگ گھروں کو چلے جائیں تو خدا تعالےٰ کے سامنے کیا جواب دینگے

کہ تم میں حفاظت کی طاقت تھی پھر تم نے حفاظت کیوں نہ کی۔ اور ہم میں اتنی تو طاقت ہے کہ اس وقت تک کہ ہم سب مر جائیں ان کو آپ تک نہ پہنچنے دیں (ان صحابہ میں حضرت امام حسنؓ بھی شامل تھے) جب مفسدوں نے دیکھا کہ ادھر تو صحابہ کسی طرح ان کو حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہونے نہیں دیتے اور ادھر مکہ کے حاجیوں کی واپسی شروع ہو گئی ہے بلکہ بعض بہادر اپنی سواریوں کو دوڑا کر مدینہ میں پہنچ بھی گئے ہیں۔ اور شام و بصرہ کی فوجیں بھی مدینہ کے بالکل قریب پہنچ گئی ہیں بلکہ ایک دن کے فاصلہ پر رہ گئی ہیں تو وہ سخت گھبرائے اور کہا کہ یا آج ان کا کسی طرح فیصلہ کر دو۔ ورنہ ہلاکت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ چند آدمیوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور بے خبری میں ایک طرف سے کود کر آپ کے قتل کے لئے گھر میں داخل ہوئے۔ ان میں محمد بن ابی بکرؓ بھی تھے جنھوں نے سب سے آگے بڑھ کر آپ کی داڑھی پکڑی۔ اس پر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ اور کچھ ایسی پُر رعب نگاہوں سے دیکھا۔ کہ ان کا تمام بدن کانپنے لگ گیا اور وہ اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ باقی آدمیوں نے آپ کو پہلے مارنا شروع کیا۔ اس کے بعد تلوار مار کر آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی بیوی نے آپ کو بچانا چاہا لیکن اُن کا ہاتھ کٹ گیا جس وقت آپ کو قتل کیا گیا اُس وقت آپ قرآن پڑھ رہے تھے اور آپ نے ان قاتلوں کو دیکھ کر قرآن کی تلاوت نہیں چھوڑی بلکہ اسی میں مشغول رہے چنانچہ ایک خبیث نے پیر مار کر آپ کے آگے سے قرآن کریم کو پرے پھینکدیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شقی دین سے کیا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے قتل کرنے کے بعد ایک شور پڑ گیا اور باغیوں نے اعلان کر دیا کہ آپ کے گھر میں جو کچھ ہو لوٹ لو۔ چنانچہ آپ کا سب مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ لیکن اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ آپ کے گھر کے لوٹنے کے بعد وہ لوگ بیت المال کی طرف گئے اور خزانہ میں جس قدر روپیہ تھا سب لوٹ لیا جس سے ان لوگوں کی اصل نیت معلوم ہوتی ہے یا تو یہ لوگ حضرت عثمانؓ پر الزام لگاتے تھے اور ان کے معزول کرنے کی یہی وجہ بتاتے تھے کہ وہ خزانہ کے روپیہ کو بُری طرح استعمال کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو دیدیتے ہیں۔ یا خود سرکاری خزانہ کے قفل توڑ کر سب روپیہ لوٹ لیا جس سے معلوم ہو گیا

کہ ان کی اصل غرض دُنیا تھی۔ اور حضرت عثمان رض کا مقابلہ محض اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے تھا تاکہ جو چاہیں کریں اور کوئی شخص روک نہ ہو۔ جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو اسلامی لشکر جو شام و بصرہ اور کوفہ سے آتے تھے ایک دن کے فاصلہ پر تھے ان کو جب یہ خبر ملی تو وہ وہیں سے واپس لوٹ گئے تا ان کے جانے کی وجہ سے مدینہ میں کشت و خون نہ ہو اور خلافت کا معاملہ انھوں نے خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیا۔ ان باغیوں نے حضرت عثمان رض کو شہید کرنے اور ان کا مال لوٹنے پر بس نہیں کی بلکہ ان کی لاش کو بھی پاؤں میں روندا۔ اور دفن نہ کرنے دیا۔ آخر جب خطرہ ہوا کہ زیادہ پڑے رہنے سے جسم میں تغیر نہ پیدا ہو جائے۔ تو بعض صحابہ رض نے رات کے وقت پوشیدہ آپ کو دفن کر دیا +

ایک دو دن تو خوب لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ لیکن جب جوش ٹھنڈا ہوا۔ تو ان باغیوں کو پھر اپنے انجام کا فکر ہوا۔ اور ڈرے کہ اب کیا ہوگا۔ چنانچہ بعض نے تو یہ سمجھ کر کہ حضرت معاویہ رض ایک زبردست آدمی ہیں اور ضرور اس قتل کا بدلہ لیں گے شام کا رُخ کیا اور وہاں جا کر خود ہی واویلا کرنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان رض شہید ہو گئے اور کوئی ان کا قصاص نہیں لیتا۔ کچھ بھاگ کر مکہ کے راستہ میں حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ رض سے جا ملے اور کہا کہ کس قدر ظلم ہے کہ خلیفۂ اسلام شہید کیا جائے اور مسلمان خاموش رہیں کچھ بھاگ کر حضرت علی رض کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس وقت مصیبت کا وقت ہے اسلامی حکومت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے آپ بیعت لیں تا لوگوں کا خوف دُور ہو۔ اور امن و امان قائم ہو جو صحابہ مدینہ میں موجود تھے انھوں نے بھی بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ اس وقت یہی مناسب ہے کہ آپ اس بوجھ کو اپنے سر پر رکھیں کہ آپ کا یہ کام موجب ثواب و رضائے الٰہی ہوگا جب چاروں طرف سے آپ کو مجبور کیا گیا تو کئی دفعہ انکار کرنے کے بعد آپ نے مجبوراً اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور بیعت لی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رض کا یہ فعل بڑی حکمت پر مشتمل تھا اگر آپ اس وقت بیعت نہ لیتے تو اسلام کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا جو آپ کی اور حضرت معاویہ کی جنگ سے پہنچا۔ کیونکہ اس صورت میں تمام اسلامی صوبوں کے آزاد ہو کر الگ الگ بادشاہتوں کے قیام کا اندیشہ تھا اور جو بات

چارسو سال بعد ہوئی وہ اسی وقت ہو جاتی ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی تھی۔ پس گو حضرت علی رضؓ کا اُس وقت بیعت لینا بعض مصالح کے ماتحت مناسب نہ تھا۔ اور اسی کی وجہ سے آپ پر بعض لوگوں نے شرارت سے اور بعض نے غلط فہمی سے یہ الزام لگایا کہ آپ نعوذ باللہ حضرۃ عثمان رضؓ کے قتل میں شریک تھے اور یہ خطرہ آپ کے سامنے بیعت لینے سے پہلے حضرۃ ابن عباس رضؓ نے بیان بھی کر دیا تھا اور آپ اسے خوب سمجھتے بھی تھے لیکن آپ نے اسلام کی خاطر اپنی شہرت و عزت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ایک بے نظیر قربانی کر کے اپنے آپکو ہدف ملامت بنایا لیکن اسلام کو نقصان پہنچنے سے بچا لیا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ قاتلوں کے گروہ مختلف جہات میں پھیل گئے تھے اور اپنے آپ کو الزام سے بچانے کے لئے دوسروں پر الزام لگاتے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضؓ نے مسلمانوں سے بیعت لے لی ہے تو ان کو آپ پر الزام لگانے کا عمدہ موقعہ مل گیا اور یہ بات درست بھی تھی کہ آپ کے ارد گرد حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں میں سے کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے تھے اس لئے ان کو الزام لگانے کا عمدہ موقعہ حاصل تھا چنانچہ ان میں سے جو جماعت مکہ کی طرف گئی تھی اس نے حضرت عائشہ رضؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت عثمان رضؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جہاد کا اعلان کریں چنانچہ انھوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہ کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ حضرت طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کی بیعت اس شرط پر کر لی تھی کہ وہ حضرۃ عثمان رضؓ کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لینگے انھوں نے جلدی کے جو معنے سمجھے تھے وہ حضرت علی رضؓ کے نزدیک خلاف مصلحت تھی ان کا خیال تھا کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے۔ کیونکہ اوّل مقدم اسلام کی حفاظت ہے قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہونے سے کوئی ہرج نہیں۔ اسی طرح قاتلوں کی تعیین میں بھی اختلاف تھا جو لوگ نہایت افسردہ شکلیں بنا کر سب سے پہلے حضرت علی رضؓ کے پاس پہنچ گئے تھے اور اسلام میں تفرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے ان کی نسبت حضرت علی رضؓ کو بالطبع شبہ نہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ فساد کے بانی ہیں دوسرے لوگ ان پر شبہ کرتے تھے اس اختلاف

کی وجہ سے طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں۔ چونکہ انھوں نے ایک شرط پر بیعت کی تھی اور وہ شرط ان کے خیال میں حضرت علیؓ نے پوری نہ کی تھی اس لئے وہ شرعاً اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے جب حضرت عائشہؓ کا اعلان ان کو پہنچا تو وہ بھی ان کے ساتھ جا ملے اور سب ملکر بصرہ کی طرف چلے گئے بصرہ میں گورنر نے لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے سے باز رکھا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے صرف اکراہ سے اور ایک شرط سے مقید کر کے حضرت علی کی بیعت کی ہے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے جب حضرت علیؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ نے ایک آدمی کو حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی پہلے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح ہے اس کے بعد اس شخص نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپ بھی اسی لئے جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح ہے تو اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ تو فساد ہے اس وقت ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر ایک شخص کو آپ قتل کرینگے تو ہزار اسکی تائید میں کھڑا ہو جائے گا۔ اور ان کا مقابلہ کرینگے تو اور بھی زیادہ لوگ ان کی مدد کے لئے کھڑے ہو جائینگے۔ پس اصلاح یہ ہے کہ پہلے ملک کو اتحاد کی رسی میں باندھا جائے پھر شریروں کو سزا دیجائے ورنہ اس بد امنی میں کسی کو سزا دینا ملک میں اور فتنہ ڈلوانا ہے۔ حکومت پہلے قائم ہو جائے تو وہ سزا دے گی۔

یہ بات سُنکر انھوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کا یہی عندیہ ہے تو وہ آجائیں ہم ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہیں۔ اس پر اس شخص نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور طرفین کے قائم مقام ایک دوسرے کو ملے اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنا درست نہیں صلح ہونی چاہیئے +

جب یہ خبر سبائیوں کو (یعنے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ اور

قاتلین حضرت عثمان رض تھے) پہنچی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور خفیہ خفیہ ان کی ایک جماعت مشورہ کے لئے اکٹھی ہوئی۔ انھوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لئے سخت مضر ہوگی۔ کیونکہ اسی وقت تک ہم حضرت عثمان رض کے قتل کی سزا سے بچ سکتے ہیں جب تک کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے۔ اگر صلح ہو گئی اور امن ہو گیا تو ہمارا ٹھکانا کہیں نہیں۔ اس لئے جس طرح سے ہو صلح نہ ہونے دو اتنے میں حضرت علی بھی پہنچ گئے۔ اور آپ کے پہنچنے کے دوسرے دن آپ کی اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات ہوئی۔ وقت ملاقات حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ نے میرے لڑنے کے لئے تو لشکر تیار کیا ہے مگر کیا خدا کے حضور میں پیش کرنیکے لئے کوئی عذر بھی تیار کیا ہے۔ آپ لوگ کیوں اپنے ہاتھوں سے اِس اسلام کے تباہ کرنے کے درپے ہوئے ہیں جس کی خدمت سخت جانکاہیوں سے کی تھی۔ کیا میں آپ لوگوں کا بھائی نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ پہلے تو ایک دوسرے کا خون حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اب حلال ہو گیا اگر کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو بھی بات تھی جب کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو پھر یہ مقابلہ کیوں ہے اس پر حضرت طلحہ رض نے کہ وہ بھی حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے کہا کہ آپ نے حضرت عثمان رض کے قتل پر لوگوں کو اُکسایا ہے حضرت علی رض نے فرمایا کہ میں حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہونے والوں پر لعنت کرتا ہوں پھر حضرت علی رض نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تو علی سے جنگ کرے گا اور تو ظالم ہوگا۔ یہ سُنکر حضرت زبیر اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور قسم کھائی کہ وہ حضرت علی رض سے ہرگز جنگ نہیں کرینگے اور اقرار کیا کہ انھوں نے اجتہاد میں غلطی کی جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو سب کو اطمینان ہو گیا کہ اب جنگ نہ ہوگی بلکہ صلح ہو جائے گی لیکن مفسدوں کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی۔ اور جب رات ہوئی تو انھوں نے صلح کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علی رض کے ساتھ تھے انھوں نے حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ رض و زبیر کے لشکر پر رات کے وقت شبخون مار دیا۔ اور جو ان کے لشکر میں تھے انھوں نے حضرت علی رض کے لشکر پر شبخون

مار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شور پڑ گیا۔ اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا حالانکہ اصل میں یہ صرف سبائیوں کا ایک منصوبہ تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو حضرت علیؓ نے آواز دی کہ کوئی شخص حضرت عائشہؓ کو اطلاع دو شاید ان کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ اس فتنہ کو دور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہ کا اونٹ آگے کیا گیا لیکن نتیجہ اور بھی خطرناک نکلا مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر اُلٹی پڑنے لگی۔ حضرت عائشہؓ کے اُونٹ پر تیر مارنے شروع کئے۔ حضرت عائشہؓ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ لے لوگو جنگ کو ترک کرو۔ اور خدا اور یوم حساب کو یاد کرو لیکن مفسد باز نہ آئے اور برابر آپ کے اُونٹ پر تیر مارتے چلے گئے۔ چونکہ اہلِ بصرہ اس لشکر کے ساتھ تھے۔ جو حضرت عائشہ کے ارد گرد جمع ہوا تھا۔ ان کو یہ بات دیکھ کر سخت طیش آیا اور ام المؤمنین کی یہ گستاخی دیکھ کر ان کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور تلواریں کھینچکر لشکر مخالف پر حملہ آور ہو گئے۔ اور اب یہ حال ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ کا اُونٹ جنگ کا مرکز بن گیا۔ صحابہ اور بڑے بڑے بہادر اس کے اِرد گرد جمع ہو گئے اور ایک کے بعد ایک قتل ہونا شروع ہوا لیکن اُونٹ کی باگ انھوں نے نہ چھوڑی۔ حضرت زبیرؓ تو جنگ میں شامل ہی نہ ہوئے اور ایک طرف نکل گئے مگر ایک شقی نے ان کے پیچھے سے جاکر اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت طلحہؓ عین میدان جنگ میں ان مفسدوں کے ہاتھ سے مارے گئے جب جنگ تیز ہو گئی۔ تو یہ دیکھ کر کہ اس وقت تک جنگ ختم نہ ہو گی جب تک حضرت عائشہؓ کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے۔ بعض لوگوں نے آپ کے اُونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اور ہودج اُتار کر زمین پر رکھ دیا۔ تب کہیں جاکر جنگ ختم ہوئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ کا چہرہ مارے رنج کے سُرخ ہو گیا لیکن یہ جو کچھ ہوا اس سے چارہ بھی نہ تھا جنگ کے ختم ہونے پر جب مقتولین میں حضرت طلحہؓ کی نعش ملی تو حضرت علیؓ نے سخت افسوس کیا۔

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لڑائی میں صحابہ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ شرارت بھی قاتلانِ عثمانؓ کی ہی تھی۔ اور یہ کہ طلحہ اور زبیر حضرت علی کی

بیعت ہی میں فوت ہوئے کیونکہ انھوں نے اپنے ارادہ سے رجوع کرلیا تھا اور حضرت علی رضہ کا ساتھ دینے کا اقرار کرلیا تھا۔ لیکن بعض شریروں کے ہاتھوں سے مارے گئے چنانچہ حضرت علی رضہ نے ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کی +

اِدھر تو یہ جنگ ہو رہی تھی۔ ادھر حضرت عثمان رضہ کے قاتلوں کا وہ گروہ جو معاویہ رضہ کے پاس چلا گیا تھا۔ اُس نے وہاں ایک کہرام مچادیا۔ اور وہ حضرت عثمان رضہ کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوگئے مگر جب حضرت علی رضہ کے لشکر سے ان کا لشکر ملا۔ اور درمیان میں صلح کی بھی ایک راہ پیدا ہونے لگی تو ایک جماعت فتنہ پردازوں کی حضرت علی رضہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی۔ اور اس نے یہ شور شروع کردیا کہ خلیفہ کا وجود ہی خلافِ شریعت ہے احکام تو خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہی ہیں باقی رہا انتظام مملکت۔ سو یہ ایک انجمن کے سپرد ہونا چاہیئے۔ کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ لوگ خوارج کہلائے۔ اب بھی جو لوگ ہمارے مخالف ہیں ان کا یہی دعویٰ ہے اور ان کے وُہی الفاظ ہیں جو خوارج کے تھے۔ اور یہ بھی ہماری صداقت کا ایک ثبوت ہے کہ ان لوگوں کو اس جماعت سے مشابہت حاصل ہے جسے کل مسلمان بالاتفاق کراہت کی نگاہ سے دیکھتے چلے آئے ہیں اور ان کی غلطی کے معترف ہیں +

ابھی معاملات پوری طرح سلجھے نہ تھے کہ خوارج کے گروہ نے یہ مشورہ کیا کہ اس فتنہ کو اس طرح دُور کرو کہ جس قدر بڑے آدمی ہیں ان کو قتل کردو۔ چنانچہ ان کے دلیر یہ اقرار کر کے نکلے کہ ان میں سے ایک حضرت علی رضہ کو۔ ایک حضرت معاویہؓ کو۔ اور ایک عمرو بن العاص کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں قتل کرے گا۔ جو حضرت معاویہؓ کی طرف گیا تھا اس نے تو حضرت معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن اس کی تلوار ٹھیک نہیں لگی اور حضرت معاویہ صرف معمولی زخمی ہوئے۔ وہ شخص پکڑا گیا۔ اور بعد ازاں قتل کیا گیا۔ جو عمرو بن العاص کو مارنے گیا تھا۔ وہ بھی ناکام رہا۔ کیونکہ وہ بوجہ بیماری نماز کے لئے نہ آئے جو شخص ان کو نماز پڑھانے کے لئے آیا تھا۔ اس نے اس کو مار دیا۔ اور خود پکڑا گیا اور بعد ازاں مارا گیا۔ جو شخص حضرت علی رضہ کو مارنے کے لئے نکلا تھا اس نے جبکہ

آپ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے۔ آپ پر حملہ کیا اور آپ خطرناک طور پر زخمی ہوئے آپ پر حملہ کرتے وقت اس شخص نے یہ الفاظ کہے کہ اے علی تیرا حق نہیں کہ تیری ہر بات مانی جایا کرے بلکہ یہ حق صرف اللہ کو ہے (اب بھی غیر مبایعین ہم پر شرک کا الزام لگاتے ہیں)۔

ان سب واقعات کو معلوم کر کے آپ لوگوں نے معلوم کر لیا ہوگا کہ یہ سب فتنہ انہی لوگوں کا اٹھایا ہوا تھا جو مدینہ میں نہیں آتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضؓ سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ آپ کے حالات نہ جانتے تھے۔ آپ کے اخلاص۔ آپ کے تقویٰ۔ اور آپ کے طہارت سے ناواقف تھے۔ آپ کی دیانت اور امانت سے بے خبر تھے۔ چونکہ ان کو شریروں کی طرف سے یہ بتایا گیا۔ کہ خلیفہ خائن ہے۔ بددیانت ہے۔ فضول خرچ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے وہ گھر بیٹھے ہی ان باتوں کو درست مان گئے۔ اور فتنہ کے پھیلانے کا موجب ہوئے۔ لیکن اگر وہ مدینہ میں آتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھتے آپ کے حالات اور خیالات سے واقف ہوتے۔ تو کبھی ایسا نہ ہوتا جیسا کہ ہوا ٭

میں نے ان حالات کو بہت مختصر کر دیا ہے ورنہ یہ اتنے لمبے اور ایسے دردناک ہیں۔ کہ سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس یاد رکھو۔ کہ یہ وہ فتنہ تھا جس نے مسلمانوں کے ۲، فرقے نہیں بلکہ ۲، ۷ ہزار فرقے بنا دیئے۔ مگر اس کی وجہ وہی ہے۔ جو میں نے کئی دفعہ بتائی ہے۔ کہ وہ لوگ مدینہ میں نہ آتے تھے۔ ان باتوں کو خوب ذہن نشین کر لو۔ کیونکہ تمہاری جماعت میں بھی ایسے فتنے ہونگے۔ جن کا علاج یہی ہے کہ تم بار بار قادیان آؤ۔ اور صحیح صحیح حالات سے واقفیت پیدا کرو۔ میں نہیں جانتا کہ یہ فتنے کس زمانہ میں ہونگے۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں۔ کہ ہونگے ضرور۔ لیکن اگر تم قادیان آؤ گے اور بار بار آؤ گے۔ تو ان فتنوں کے دور کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس تم اس بات کو خوب یاد رکھو۔ اور اپنی نسلوں در نسلوں کو یاد کراؤ۔ تاکہ اس زمانہ میں کامیاب ہو جاؤ۔ صحابہ کی دردناک تاریخ سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور وہ باتیں جو ان کے لئے مشکلات کا موجب ہوئی ہیں۔ ان کے انسداد کی کوشش کرو۔ فتنہ اور فساد پھیلانے والوں پر کبھی حسن ظنی نہ کرنا۔ اور ان کی کسی بات پر تحقیق کئے بغیر اعتبار نہ کر لینا۔ کیا اس وقت تم نے ایسے لوگوں سے نقصان نہیں اٹھایا۔ ضرور اٹھایا ہے

پس اب ہوشیار ہو جاؤ۔ اور جہاں کوئی فتنہ دیکھو فوراً اس کا علاج کرو۔ توبہ اور استغفار پر بہت زور دینا۔ دیکھو اس وقت بھی کس طرح دھوکے دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے مخالفین میں سے ایک سرکردہ کا خط میر حامد شاہ صاحب کے پاس موجود ہے۔ جس میں وہ انھیں لکھتے ہیں کہ نور دین اسلام کا خطرناک دشمن ہے۔ اور انجمن پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ شاہ صاحب تو چونکہ قادیان آنے جانے والے تھے۔ اس لئے ان پر اس خط کا کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن اگر کوئی اور ہوتا۔ جو قادیان نہ آیا کرتا۔ تو وہ ضرور حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق بدظنی کرتا۔ اور کہتا کہ قادیان میں واقعی اندھیر پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ان لوگوں نے پھیلائی ہیں لیکن اس وقت تک خدا کے فضل سے انھیں کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن تم اس بات کے ذمہ دار ہو کہ شریر اور فتنہ انگیز لوگوں کو کرید کرید کر نکالو اور انکی شرارتوں کے روکنے کا انتظام کرو۔ مَیں نے تمھیں خدا تعالےٰ سے علم پا کر بتا دیا ہے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے اس طرح تمام صحیح واقعات کو یکجا جمع کر کے تمہارے سامنے رکھ دیا ہے جن سے معلوم ہو جائے کہ پہلے خلیفوں کی خلافتیں اس طرح تباہ ہوئی تھیں۔ پس تم میری نصیحتوں کو یاد رکھو۔ تم پر خدا کے بڑے فضل ہیں۔ اور تم اسکی برگزیدہ جماعت ہو اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ اپنے پیشروؤں سے نصیحت پکڑو۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں لوگوں پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ پہلی جماعتیں جو ہلاک ہوئی ہیں۔ تم ان سے کیوں سبق نہیں لیتے۔ تم بھی گزشتہ واقعات سے سبق لو مَیں نے جو واقعات بتائے ہیں۔ وہ بڑی زبردست اور معتبر تاریخوں کے واقعات ہیں۔ جو بڑی تلاش اور کوشش سے جمع کئے گئے ہیں۔ اور ان کا تلاش کرنا میرا فرض تھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے جبکہ مجھے خلافت کے منصب پر کھڑا کیا ہے تو مجھ پر واجب تھا کہ دیکھوں پہلے خلیفوں کے وقت کیا ہوا تھا۔ اس کے لئے مَیں نے نہایت کوشش کے ساتھ حالات کو جمع کیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے ان واقعات کو اس طرح ترتیب نہیں دیا۔ پس آپ لوگ ان باتوں کو سمجھ کر ہوشیار ہو جائیں۔ اور تیار رہیں۔ فتنے ہونگے۔ اور بڑے سخت ہونگے ان کو دُور کرنا تمہارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔ اور تمہارے ساتھ ہو۔

اور میری بھی مدد کرے۔ اور مجھ سے بعد آنے والے خلیفوں کی بھی کرے۔ اور خاص طور پر کرے۔ کیونکہ ان کے مشکلات مجھ سے بہت بڑھ کر اور بہت زیادہ ہونگے۔ دوست کم ہونگے۔ اور دشمن زیادہ۔ اس وقت حضرت مسیح موعود کے صحابہ بہت کم ہونگے۔ مجھے حضرت علی رضؓ کی یہ بات یاد کرکے بہت ہی درد پیدا ہوتا ہے۔ ان کو کسی نے کہا۔ کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں تو ایسے فتنے اور فساد نہ ہوتے تھے جیسے آپ کے وقت میں ہو رہے ہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا۔ **کہ او کم بخت حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ماتحت میرے جیسے شخص تھے۔ اور میرے ماتحت تیرے جیسے لوگ ہیں**

غرض جُوں جُوں دن گزرتے جائینگے حضرت مسیح موعود کے صحبت یافتہ لوگ کم رہ جائینگے۔ اور آپ کے تیار کردہ انسان قلیل ہو جائینگے۔ پس قابلِ رحم حالت ہوگی اُس خلیفہ کی کہ جس کے ماتحت ایسے لوگ ہونگے۔ خدا تعالیٰ کا رحم اور فضل اس کے شامل ہو اور اس کی برکات اور اس کی نصرت اس کے لئے نازل ہوں جسے ایسے مخالف حالات میں اسلام کی خدمت کرنی پڑے گی۔ اس وقت تو خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بہت سے صحابہ موجود ہیں۔ جن کے دل خشیت الٰہی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیشہ نہیں رہینگے۔ اور بعد میں آنے والے لوگ خلیفوں کے لئے مشکلات پیدا کرینگے۔ میں خدا تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ خدا آنے والے زمانہ میں اپنے فضل اور تائید سے ہماری جماعت کو کامیاب کرے۔ اور مجھے بھی ایسے فتنوں سے بچائے۔ اور مجھ سے بعد میں آنے والوں کو بھی بچائے۔ آمین +

نوٹ ۔ اس تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور سب حاضرین نے بھی دُعا کی۔ حضور کی اس درد بھری تقریر سے سب کے قلوب پر ایک ایسا اثر ہُوا۔ کہ ہر ایک مومن کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ اور اکثر تو چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ دُعا بہت دیر تک کیگئی +

۱۹۱۵ء ـــــــ ۱۹۷۵ء

سلطان البیان

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۱۹۱۵ء کے جلسہ سالانہ کا

ایک خطاب

جس کی ضرورت ۱۹۷۵ء میں بھی اسی قدر ہے جتنی ۱۹۱۵ء میں تھی

بلکہ اس وقت سے تو آج اس کی افادیت دُگنی ہے!

ایک انتباہ ـــــ ایک ہدایت

جس کا مطالعہ ہر احمدی کے لئے مشعل راہ ثابت ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ

حمید نصر اللہ خاں

امیر جماعت احمدیہ ۔ لاہور